مسلسل اشاعت کے بیالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

500
ربیع الاول، الثانی ۱۴۲۸ھ
اپریل 2007

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 17 - 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ---- 42
شمارہ نمبر ---- 7
ربیع الاول الثانی ۱۴۲۸ھ
اپریل ---- ۲۰۰۷ء

9/3/07

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: افریقہ کے صحرائے کبریٰ (نائیجر) میں سیرت رسول ﷺ کی کانفرنس کا انعقاد' امریکی اور مغربی سازشوں کے لئے ایک کھلا چیلنج۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کی ساٹھ سالہ تقریبات'

دینی مدارس کے خلاف عالمی تحریک کا منہ توڑ جواب .... راشد الحق سمیع ۲
اسلام میں آنکھوں کی اہمیت .... حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ ۷
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۹
دینی مدارس اور عصری تقاضے .... مولانا عیسیٰ منصوری ۱۵
صنف نازک ..... تہذیب وتمدن کے آئینہ میں! .... جناب سید امجد علی ۲۰
پڑوسی کے حقوق' احکام وتعلیمات اور ایذاء رسانی .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۳۴
DNA ٹسٹ کی بنیاد پر ولد الزنا کے نسب کا ثبوت .... جناب منور سلطان ندوی ۳۹
مریخ کی الٹی چال اور معجزہ نبوی ﷺ .... مولانا غلام محمد دستانوی ۴۴
یوم النحر دس ذی الحجہ کے دن امور اربعہ میں ترتیب کا مسئلہ .... مفتی مختار اللہ ۴۸
روسی مسلمان۔ اندیشے اور امیدیں .... جناب سید جمشید احمد ندوی ۵۸
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰
تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقشِ آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

افریقہ کے صحرائے کبریٰ (نائیجر) میں سیرت رسول ﷺ کی کانفرنس کا انعقاد

امریکی اور مغربی سازشوں کیلئے ایک کھلا چیلنج

۳۰ رمارچ ۲۰۰۷ء کو ربیع الاول کے مقدس اور عظیم مہینے کی نسبت سے افریقہ کے معروف اسلامی ملک نائیجر کے تاریخی شہر آغادیس میں جمعیت الدعوۃ الاسلامیہ لیبیا کی جانب سے ایک انٹرنیشنل کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس میں بلامبالغہ نوے (۹۰) سے زیادہ ممالک کے ہزاروں مندوبین نے شرکت کی۔ شرکاء کی ایک عظیم تعداد دانشوروں، مفکروں، علماء، مشائخ، صحافیوں اور ایسے اہل دل حضرات کی تھی جو اپنی آنکھوں میں امت مسلمہ کی نشاط ثانیہ کا خواب سجائے اور سینوں میں اتحاد امت کا درد لئے سرگرداں پھرتے ہیں۔ جمعیت الدعوۃ الاسلامیہ عالم اسلام کی ایسی فعال اور زندہ تنظیم ہے جو ہر وقت اسی کاز کیلئے سرگرم عمل رہتی ہے اور یہ حریت فکر اور عالم اسلام کی ترقی اور عالمی استعمار کے مقابلے میں حقیقی معنیٰ میں روز اول ہی سے سیسہ پلائی دیوار کی طرح قائم و دائم ہے اور یہ عالم اسلام کا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جہاں پر مسلم زعماء کھل کر اسلام دشمن و مغربی قوتوں کی مخالفت کر سکتے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنوں کی کوتاہیوں پر بھی اس سٹیج سے گرفت کی جاسکتی ہے۔ بدقسمتی سے ہماری اکثر اسلامی تنظیمیں اتحاد امت کے نام پر صرف زبانی جمع خرچ کرنے تک محدود ہیں اور عالمی استعمار کے مقابلے میں اذان حق کہنے سے بوجوہ لرزاں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ حسب سابق جمعیت الدعوۃ نے اس سال بھی انٹرنیشنل سیرت رسول ﷺ کانفرنس کا انعقاد بڑے شایان شان طریقہ سے افریقہ کے اہم اور لیبیا کے پڑوسی ملک نائیجر کے بڑے شہر آغادیس میں منعقد کیا۔

(کانفرنس میں پاکستان سے چالیس کے لگ بھگ جید علماء کرام، سیاسی زعماء اور دانشور حضرات نے شرکت کی۔ دارالعلوم حقانیہ اور جمعیت علماء اسلام کی نمائندگی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کی۔ یہ ناکارہ بھی حضرت والد صاحب مدظلہ کے ہمراہ شریک سفر رہا۔)

افریقہ کے صحرائے کبریٰ میں کانفرنس کے انعقاد کا ایک اہم مقصد عالمی استعماری قوتوں کو یہ پیغام بھی دینا تھا کہ تمہاری للچائی ہوئی نظریں اب افریقی ممالک کی طرف پھر گئی ہیں کیونکہ یہاں کے عظیم صحرا اور دیگر زمینیں معدنی ذخائر اور قدرتی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ پھر اس کے ساتھ عیسائی مشنریز نے بھی افریقی ممالک پر کافی عرصے سے ''تبلیغ'' کے سلسلے میں یلغار کی ہوئی ہے۔ کامیاب کانفرنس کے نتائج سے ان قوتوں کی حوصلہ شکنی مراد تھی کہ عالم اسلام

اور افریقی مما لک اس سازش کا قلع قمع کرنے کیلئے یکجا ہیں۔اوران میں کوئی جغرافیائی وفکری دوری نہیں پائی جاتی۔ کانفرنس سے عالم اسلام اور لیبیا کے معروف نڈر رہنما اور عالمی استعمار کے سب سے بڑے ناقد کرنل معمر القذافی صاحب نے تفصیلی خطاب کیا۔آپ نے کانفرنس کا آغاز مغرب کی نماز کی امامت سے کیا۔اور اپنی تقریر میں حضور اقدس ﷺ کی عظیم شخصیت کے فضائل ومناقب بیان کئے اور بعد میں آپ نے دلائل سے حضور اقدس ﷺ کی برتری باقی تمام انبیاء علیہم السلام پر ثابت کی۔خصوصاً عیسائیت پر آپ نے کھل کر اظہار خیال کیا کہ یہ دین اسلام کے آنے کے بعد مکمل طور پر منسوخ ہو چکا ہے اور اسکے علاوہ آپ نے مذہب عیسائیت کے بہت سے تاریک پہلو دلائل کیساتھ بیان کئے اور اسلام اور حضرت محمد ﷺ کی برتری اور پختگی پر ایمان افروز نکات بیان کئے۔اس کے علاوہ کانفرنس کے دوسرے روز بھی آپ نے افریقی قبائل اور دیگر شرکاء سے اس موقع پر تاریخ ساز خطاب فرمایا۔عالمی حالات کے پیش نظر اس اہم خطاب کے اہم نکات ہم قارئین کے سامنے پیش کرر ہے ہیں۔پھر یہ توانا آواز ایسے خوفزدہ ماحول میں اُٹھی ہے جبکہ عالم اسلام کے پٹھو رہنماؤں کے لبوں پر سکوت کے تالے لگے ہوئے ہیں۔

''محترم سامعین! میرے پاس آپ کی تشریف آوری کیلئے شکریہ کے مناسب الفاظ نہیں کہ میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرسکوں' آپ نے دنیا کے دور دراز مما لک سے زحمت سفر برداشت کر کے آج کائنات کی اس افضل اور بابرکت محفل میں شرکت کی ہے۔اس تقریب سعید نے آغادیس شہر کو گمنامی کی تہوں سے نکال کر ایک بار پھر عالمی شہرت سے ہمکنار کر دیا ہے۔

آج کا یہ تاریخی اجتماع ایک مخصوص پس منظر موقعہ میں منعقد کیا جارہا ہے جس کی اپنی ایک خاص اہمیت ہے اور اس لحاظ سے یہ اجتماع ہمارے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے، خاص طور پر ایسے حالات میں جب عالمی سطح پر پیغمبر اسلام ﷺ، قرآن کریم اور پوری امت مسلمہ کے خلاف ایک ظالمانہ یلغار جاری ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ یلغار بالخصوص عراق اور افغانستان وغیرہ کے خلاف جارحیت کے بعد دیکھنے میں آرہی ہے چنانچہ اسلام و پیغمبر اسلام ﷺ اور قرآن کریم کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ جاری ہے جس نے پورے یورپ کے علاوہ سکنڈے نیوین مما لک کے دور دراز اور یخ بستہ خطے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ہمیں الزام دیا جارہا ہے کہ ہم (مسلمان) دہشت گرد ہیں، اور نفرت کو ترویج دیتے ہیں اور یہ کہ ہم دوسروں کو برداشت نہیں کرتے۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو دوسروں کو برداشت کرر ہے ہیں۔ہم عیسائیوں کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سمیت تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان و یقین رکھتے ہیں جن میں یہودیوں کے انبیاء بھی شامل ہیں۔ہم ان تمام انبیاء پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور ہمارے ہاں ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہم نفرت کی تعلیم دیتے ہیں۔جبکہ یہ لوگ خود نفرت کی ترویج میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔اے بندگان خدا! اگر ہمیں نفرت کی تعلیم دینا ہوتی تو ہم کم از کم قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور

حضرت مریمؑ کے اسمائے گرامی ہی مٹا دیتے جو قرآن میں ایک دو بار نہیں 25 بار مذکور ہے۔ اور حضرت مریم کا ذکر بھی قرآن میں 33 بار دہرایا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسلمان ہی ہیں جن کو دنیا بھر میں اغیار کی طرف سے مخالفانہ یلغار کا سامنا ہے۔ اس کی واضح مثال عراق جیسے مسلم ملک پر طاقت کے بل بوتے پر ظالمانہ قبضہ بھی ہے، جس کے دوران وہاں کے صدر کو گرفتار کیا گیا اور پھر مسلمانوں اور عربوں کے سامنے پھانسی پر لٹکا دیا گیا، جبکہ وہ اس صورتحال پر خندہ زن ہیں اور قہقہے بلند کر رہے ہیں۔ جبکہ دوسرے اسلامی ملک افغانستان پر نیٹو کی افواج قابض ہیں۔ اور ہم نے فلسطینیوں کے حقوق کی طرف سے چشم پوشی اختیار کر رکھی ہے۔ اب فلسطینی تنازعہ کا کوئی وجود نہیں رہا۔ فلسطینی پناہ گزینوں کے طور پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں اور یوں ان کا کام تمام ہوا۔ جب مسلم امت کے خلاف دست درازی اور جارحیت اس حد تک بڑھ چکی ہے تو ہم مسلمانوں کا کم از کم اتنا فرض تو ضرور ہے کہ ہم اس چیلنج کا سامنا کرتے ہوئے حضرت محمد ﷺ کا یوم پیدائش منا کر اس یلغار کا جواب دیں جس کے ذریعے آپ کی یاد دلوں سے محو کرنے، آپ کے یوم پیدائش منانے سے روکنے اور تعلیمی نصابوں سے قرآنی آیات نکال دینے اور الحادی اور گمراہ کن تحریکوں کے ذریعے اسلام کی صورت مسخ کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ بات ہم علانیہ کہتے ہیں۔ اور اس کیلئے ہم انٹرنیٹ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے علاوہ ابلاغ کا ہر ممکن ذریعہ اختیار کرتے ہوئے اپنی آواز دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتے رہینگے اور انہیں یہ بتائیں گے کہ تم غلطی پر ہو۔ یہ عظیم اجتماع دراصل ان قوتوں کیلئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے جو اخلاق وتہذیب کی حدیں پھلانگ رہے ہیں۔

ابھی کل ہی کا واقعہ ہے کہ ایرانیوں نے برطانوی بحریہ کے افراد کو پکڑ لیا۔ انگریز اس پر بڑے سیخ پا ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم اپنے علاقائی سمندر میں تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری سمندری حدود برطانوی جزیرے کے اندر ہیں یا عراق میں؟۔ عراق برطانوی سرحد کا کب سے حصہ بن گیا ہے؟ کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے باشندوں کو برطانوی علاقائی پانیوں سے گرفتار کیا گیا ہے۔۔ ایرانیوں کا کہنا ہے کہ ہم نے انہیں برطانیہ سے گرفتار کیا ہے یا عراق سے؟ اگر تو ہم نے انہیں برطانیہ میں تمہارے علاقائی سمندر سے پکڑا ہے تب تو تمہیں احتجاج کا حق ہے۔ اس کے برعکس اگر تم عراق میں ہو، اور عراق تمہاری ملکیت بن چکا حتی کہ عراق کے علاقائی سمندر برطانیہ کے علاقائی پانی قرار دیے جانے لگے!۔ چنانچہ وہ ایرانیوں کو کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے علاقائی پانیوں میں ہماری بحریہ کے لوگوں کو پکڑنے کا کوئی حق نہیں!!۔ آپ اندازہ کریں کہ معاملات کہاں تک جا پہنچے۔۔۔!!

انہوں نے ایک عرب ملک پر قبضہ کر رکھا ہے جہاں انہوں نے ایک امریکی کو وہاں کا حاکم بنا رکھا ہے۔ اور اگر یہی حال رہا تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ریاض سربراہ کانفرنس میں بھی آدھمکے اور عرب سربراہان ایسی صورتحال کو بھی قبول کر لیں۔۔۔!! اگر یہ شخص جس کا نام (بریمر) ہے۔ کیا اس کا یہی نام نہیں؟۔ جسے انہوں نے عراق کا حاکم بنا رکھا ہے،

اگراب یہاں موجود ہوتا تو سربراہ کانفرنس میں عراق کی نمائندگی کررہا ہوتا۔اور یہ لوگ کبھی انکار نہ کرتے۔انکار کون کرتا ہے۔کون پوچھتا ہے:تم کون ہو؟ یادرکھو ہم حالات کا سامنا کرینگے۔۔۔اپنے ملک،عقیدہ ومذہب،عزت وشرف اور اپنی بقاء کا دفاع کرتے رہینگے۔ چنانچہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ آج کا دور ہمارا دور ہے۔ہم ہی ارباب بست وکشاد ہیں۔ہم اگر چاہیں تو سڑکوں پہ آگ لگادیں۔اشتعال کے شعلے بھڑکادیں جنہیں بجانا نہ امریکا کے بس میں ہوگا اور نہ کسی اور کے۔ہم اسلحہ اٹھالیں گے،اور کسی بھی سامراجی طاقت کی طرف سے صحراء میں مداخلت، سامراجی اڈوں کے قیام یا حملہ کی صورت میں ہم لڑیں گے۔ہم نے کہہ دیا ہے کہ اگر کبھی کسی سامراجی نے صحرا میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ہم یہاں کی ریت کو دشمنوں کیلئے شعلے،اس کے پتھروں کو دھکتے انگارے اور اس کی ہوا کو ان کیلئے گیس بنا کر رکھ دینگے جس سے یہ گھٹ کر مرجائیں گے۔ہاں،بخدا ایسا ہی ہوگا۔۔۔''

پتھروں کے اس ''صنم کدے'' میں کسی مسلم حکمران کی یہ صاف گوئی انقلاب آفرین جذبات اور عوامی توقعات کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ بلند کرنا درحقیقت اس گئے گزرے دور میں ایک بہت بڑا جہاد ہے۔کرنل قذافی صاحب اور جمعیت الدعوۃ الاسلامیہ کو ایسی مزید کوششیں خصوصاً پاکستان سمیت ایشیاء کے دیگر خطوں میں بھی کرنی چاہئیں کہ یہ خطہ بھی ابتدائے آفرینش سے انقلابی کوششوں اور قافلہ حریت فکر کیلئے بڑا زرخیز ہے۔اتنی عظیم کانفرنس افریقہ جیسے دور دراز اور انتہائی غریب ملک افریقہ میں منعقد کرانا یقیناً خاصا مشکل کام تھا۔ہزاروں شرکاء کو اسپیشل چارٹر طیاروں کے ذریعے آغادیس شہر لایا گیا اور پھر ہزاروں مہمانوں کو اس بے وسائل صحرائی شہر میں چار دن تک رکھنا ان کے رہن سہن' کھانے پینے کے انتظامات کرانا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔لیکن میزبانوں نے میزبانی کا حق ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔خصوصاً پاکستان کے جمعیت الدعوۃ الاسلامیہ کے منتظم اعلیٰ شیخ عبداللہ احمد جبران صاحب نے ہر موقع پر پاکستانی وفد کے مکمل آرام وسکون کا ہر ممکن انتظام کیا۔اسی طرح جمعیت الدعوۃ الاسلامیہ کے روح رواں دکتور محمد احمد شریف صاحب نے بھی ہزاروں مہمانوں کا نہ صرف استقبال کیا بلکہ ہر ایک وفد کی نہایت ہی قدردانی وعزت افزائی کی۔......آغادیس کا موسم انتہائی گرم اور خشک تھا اور درجہ حرارت 40 سنٹی گریڈ سے بھی زیادہ تھا۔لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جلسے کے اختتام کے بعد سیرت رسول ﷺ کی یاد میں منعقدہ کانفرنس کی بدولت رات کو خوب زوروں کی بارش ہوئی اور ابر رحمت نے فیاضی کے دریا کے دریا صحرا میں اُمنڈ دیئے اور یوں پیاسے صحرا کے ذرے ذرے کو فرحت اور ٹھنڈک بخش دی۔اور گرمی کی شدت اور تپش لمحوں میں بدل گئی۔یقیناً یہ کانفرنس کی قبولیت اور میزبانوں کے اخلاص کیلئے یہ ایک نیک شگون تھا۔اللہ تعالیٰ کرے کہ حقیقت میں بھی یہ کانفرنس اتحاد امت کیلئے ایک سنگ میل ثابت ہو اور امریکی اور مغربی استعمار کی سازشوں کے لئے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ کا باعث ہو۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے　　نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

جامعہ اشرفیہ لاہور کی ساٹھ سالہ تقریبات
دینی مدارس کے خلاف جاری عالمی تحریک کا منہ توڑ جواب

۲۷ تا ۲۹ راپریل ۲۰۰۷ء کو پاکستان کے معروف تعلیمی وروحانی مرکز جامعہ اشرفیہ لاہور میں اس کی ساٹھ سالہ تقریبات کی مناسبت سے سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ کانفرنس کا یہ انعقاد ایسے نازک موڑ پر ہوا جبکہ ہر جانب سے دین اسلام کے فکری، تعلیمی وثقافتی وروحانی مراکز پر اپنے اور اغیار دونوں سنگ باری کرنے میں مصروف ہیں۔ ہر سو منفی اور زہریلا پروپیگنڈہ ان مدارس کے خلاف زور وشور سے جاری وساری ہے۔ الیکٹرانک وپرنٹ میڈیا دونوں اپنے تئیں اس کارشر میں زور وشور سے اپنا اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ ایسے خطرناک اور متعفن ماحول میں جامعہ اشرفیہ کے ارباب اہتمام نے ایک سہ روزہ کانفرنس کا انعقاد کیا کہ پاکستان اور دنیا بھر سے چیدہ چیدہ علماء اور فضلاء اکٹھے ہوکر اس عالمی سازش کا مقابلہ کریں اور کفر کی اس یلغار کے مقابلے میں سد سکندری بن جائیں۔ اس کے علاوہ کانفرنس کے ذریعے جامعہ اشرفیہ کی خدمات بھی منظر عام پر لانا تھا کہ پنجاب اور ملک بھر میں جامعہ اشرفیہ نے ان ساٹھ سالہ میں ان گنت خدمات انجام دیں اور ہزاروں فضلاء کو اس چشمہ فیض سے فیض حاصل ہوا۔ اور آج اس عظیم درسگاہ کے نامور فضلاء مختلف شعبوں میں دین اسلام کی خدمت میں شب وروز مصروف ہیں۔ یقیناً جامعہ اشرفیہ لاہور کی خدمات خراج تحسین کے قابل ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ اس کی بنیادوں میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی دعاؤں اور ان کے اجل خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کا اخلاص اور خون جگر شامل ہے۔

جامعہ اشرفیہ اور دارالعلوم حقانیہ دونوں عظیم درسگاہوں کے درمیان گہرا روحانی ربط ودینی رشتہ موجود ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے ہر اہم اجتماع کے موقع پر حضرت مولانا عبدالحقؒ جب حیات تھے تو بڑے اہتمام سے اس میں شرکت فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی الحمدللہ یہاں کے ارباب اہتمام اور جامعہ اشرفیہ کے ارباب اہتمام کے درمیان ایسا اخلاص محبت کا رشتہ قائم ودائم ہے کہ دونوں خاندانوں کی محبت اور دوستی قابل رشک ہے۔ اس کامیاب کانفرنس کا سارا سہرا جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا فضل رحیم صاحب کے سر جاتا ہے جن کی شبانہ روز کوششوں اور تجاویز سے اتنی بڑی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اسی طرح برادرم مولانا محمد زبیر صاحب اور مولانا اسعد عبید صاحب بھی ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں کہ ان نوجوان علماء نے ہزاروں علماء وفضلاء کا تمام انتظام وانصرام احسن طریقے سے انجام دیا اور انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے اکابرین اور ہم جیسوں کو اپنا مزید گرویدہ بنادیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ
بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اسلام میں آنکھوں کی اہمیت

اکابرین کے پرانے مسودات کی تلاش میں یہ تحریر سامنے آئی جو کسی ادارہ یا شخص کی فرمائش پر حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی ہدایات کی روشنی میں یا خود حضرت قدس سرہ سے املاء کروا کر مرتب کی گئی جس کی اہمیت ہر طور پر مسلم ہے افادیت عامہ کے لئے اسے شریک اشاعت کیا جارہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ (ادارہ)

انسان اللہ تعالیٰ کے ان بے شمار نعمتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر سب انسان مل کر انکو شمار کرنا چاہیں تو یہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ انسان کا اپنا وجود عالم اکبر کا ایک نمونہ ہے۔ اسکے ہر ایک عضو اور رگ وریشہ میں غیر متناہی ولا تعداد انعامات مستور ہیں۔ ان انعامات میں ''آنکھ'' کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

آنکھ کی اہمیت: آنکھ وہ نعمت خداوندی ہے جو انسان کے ''ماوراء مشاعر'' تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ اسی آنکھ کے ذریعہ انسان کائنات عالم کا مطالعہ کر کے اللہ کے حسن کارکردگی کے حسین مناظر سے بہرور ہو کر ذات خداوندی کا اقرار کرلیتا ہے' اسی آنکھ سے انسان گزرے ہوئے اقوام کے آثار ونشانات کو دیکھ کر سبق حاصل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ان حقائق اور واقعات کو دیکھنے کا بار بار حکم ہورہا ہے:

وفی انفسکم افلا تبصرون ذاریات

''اور خود تمہارے وجود میں بھی نشانیاں ہیں۔ کیا پھر بھی تم نہیں دیکھتے۔''

آنکھ کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ سورۃ بلد میں خداوند قدوس انسانی غفلت اور جہالت پر تنبیہ کے لئے چند انعامات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ کہ میری ان نعمتوں میں سوچ وفکر سے انسان میری قدرت کا اندازہ لگا سکتا ہے ان انعامات میں سب سے پہلے آنکھ کا تذکرہ ہورہا ہے۔

الم نجعل له عينين (سورۃ البلد پ۳۰۔ آیت ۸) ''کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دی ہیں۔''

آنکھ کی حفاظت کا انوکھا طریقہ: اگرچہ انسانی بدن میں دل ودماغ جیسے عظیم انعامات موجود تھے۔ لیکن آنکھوں کی وضع اور ذریعہ حفاظت میں کمال قدرت کی وجہ سے اس کا تذکرہ سب سے مقدم فرمایا۔ آنکھ ایک نازک ترین عضو ہے۔ اس کی حفاظت میں یہ نرالا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ کہ اس کے اوپر ایسے پردے ڈال دیئے جو خود کار مشین (Automatic) کی طرح جب بھی کوئی نقصان دہ چیز سامنے دکھائی دے تو خود بخود بغیر کسی اختیار کے بند ہو جاتی ہیں

پھران پردوں کے اوپر پلکوں کے بال کھڑے کردیئے کہ گرد وغبار کو روک لیں اسلئے اوپر بھنوؤں کے بال رکھے تاکہ اوپر سے آنے والی چیز براہ راست آنکھ میں نہ لگے۔اور پھر چہرے کے اندر اس طرح فٹ کیا گیا کہ اوپر نیچے سخت حفاظتی ہڈی ہے تاکہ اگر کہیں یہ انسان چہرے کے بل گرے یا اسکے چہرے پر کوئی چیز آپڑے تو اوپر نیچے کی یہ ہڈیاں بچالیں۔

دائمی کامیابی پر آنکھ کا اثر: اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی اصل کامیابی اخروی کامیابی ہے۔اس دائمی کامیابی کے راز جب انسان پر کھلتے ہیں اس میں آنکھ کا بہت دخل ہے۔ہدایت وراہ یابی میں انسان بصارت سے گزر کر بصیرت تک پہنچتا ہے۔گویا بصیرت قلبی جو انسانی ہدایت کا کرشمہ ہے۔اس کا واسطہ اور ذریعہ بصارت عینی ہے' جن لوگوں نے بصارت سے کام لیا تو وہ بصیرت سے روشناس ہوئے اور جن لوگوں نے بصارت کو ضائع کیا وہ بصیرت سے بھی محروم رہے۔جیسا کہ کفار کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

وعلی ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظیم ۔(سورۃ البقرۃ۔آیت ۷)

''اوران کی آنکھوں پر پردہ ہے'اوران کے لئے سزا بڑی ہے۔''

ایک دوسری جگہ اس عظیم نعمت کو معطل کرنے والوں کے متعلق فرمایا۔

ولهم اعین لایبصرون بها اولئک کالانعام بل هم اضل ۔(سورۃ اعراف' آیت ۱۷۹)

''ان کی آنکھیں ہیں لیکن اس سے دیکھتے نہیں''

آخرت میں آنکھ سے محرومی سزا ہے: شاید اسی اہمیت کے پیش نظر روز محشر میں دین سے اعراض کرنے والوں کیلئے اولین سزا اس نعمت عظمیٰ سے محرومی ہے۔ارشاد ربانی ہے: ونحشره یوم القیمة اعمی (سورۃ طٰہ آیت ۱۲۴) ''اور ہم اس کو اندھا کر کے قبر سے اٹھائیں گے''

دنیا میں آنکھ سے محروم ہونے والے قابل رحم ہیں: لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں کسی نابینا سے دشمنی رکھی جائے۔اور اسکو مورد عتاب سمجھے بلکہ دنیا میں آنکھ سے محروم کو قابل رحم قرار دیا ہے۔نابینا سے تعاون اور اس سے ہمدردی' نیکی شمار کی گئی ہے' بلکہ اللہ کے دربار میں نابینا کو بہت عزت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کا واقعہ درمنشور میں نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ دربار نبوت میں روسأ قریش مل کر بیٹھے ہوئے تھے' آپ ان لوگوں کو تبلیغ فرمارہے تھے۔اچانک اسی محفل میں عبداللہ ابن ام مکتوم یہ نابینا صحابی آئے۔اس نے کچھ پوچھا۔یہ قطع کلام آپ کو اس وقت ناگوار گزرا۔اور آپ ﷺ نے اس کی طرف التفات نہیں کی۔اسی ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بہ چیں ہوئے' اللہ نے اس کے متعلق وحی اتار کر فرمایا:

عبس وتولی ان جاءه الاعمی (سورہ عبس آیت ۱۔۲)

''آپ چیں بہ چیں ہوئے اور متوجہ نہ ہوئے' اس بات سے کہ اس کے پاس اندھا آیا''

حدیث میں ہے کہ اسکے بعد جب بھی یہ نابینا صحابی آپ کے پاس آتے تو آپؐ بڑی خاطر کرتے تھے۔ (بقیہ صفحہ ۴۷پر)

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ماجاء فی کظم الغیظ

غصہ پینے کا بیان

O حدثنا العباس بن محمد الدوری وغیرواحد قالوا أنبانا عبدالله بن یزید المقری أخبرنا سعید بن أبی أیوب۔ ثنی أبومرحوم عبدالرحیم بن میمون عن سهل بن معاذ بن أنس الجهنی عن أبیه عن النبی ﷺ قال: من كظم غیظاً وهو یستطیع ان ینفذه دعا الله یوم القیمة علی رؤس الخلائق حتی یخیره فی أی الحور شاء هذا حدیث حسن غریب۔

ترجمہ: حضرت سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے باپ معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اس کو جاری کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تمام مخلوقات کے روبرو بلائے گا۔ تاکہ اس کو اختیار دے دے کہ جو بھی حور اس کو پسند ہو لے لے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

توضیح وتشریح: کظم الغیظ:

کا معنی ہے غصہ پینا۔ کظم، تجرع کے معنی میں آتا ہے۔ یعنی گھونٹ گھونٹ کر پینا۔ مراد یہ ہے کہ جس سبب سے غصہ پیدا ہوا ہو اس سبب کو برداشت کرنا اور اس پر صبر کرنا۔ غصہ کو برداشت کرنے میں نفس امارہ بالسوء سے جہاد کرنا اور اس کو مغلوب کرنا ہے، اس کی وجہ سے اس کی بڑی فضیلت اور بڑا اجر ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ آدمی پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو چت کرتا ہو، پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ یعنی حقیقت میں پہلوان وہ آدمی ہے جو جہاد بالنفس کرکے نفس کو مغلوب بنا سکتا ہو، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے،

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۔اس حدیث میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو آدمی اپنا غصہ نافذ کرسکتا ہو اور غصہ کے مقتضی پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے باوجود وہ غصہ پی لے اور صبر وتحمل کرے تو ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ اعزاز دے گا کہ تمام مخلوقات کے سامنے برسرعام اس کو بلائے گا۔ اور اس کو اختیار دے گا کہ جنت کی حور میں سے جو بھی پسند کرے لے لے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہ بہترین بدلہ اور اجر وثواب صرف غصہ پینے پر دیا جاتا ہے۔تو جب اس کے ساتھ عفو ودرگزر اور احسان بھی ہو (جو کہ آیت کریمہ میں تینوں مذکور ہیں) تو پھر اس کا اجر وثواب کیا ہوگا؟

<u>غصہ برداشت کرنے کی تدبیریں:</u>

احادیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے غصہ برداشت کرنے کے لئے یہ تدبیریں سکھادی ہیں کہ غصہ کی آگ بجھانے کے لئے وضو کرے اور اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔اور بیٹھا ہو تو زمین پر لیٹ جائے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے۔تو غصہ جاتا رہے گا۔

علامہ ابن القیمؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ تمام گناہ دو چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں ۔غضب اور شہوت۔اور قوت غضبی کی انتہا قتل ہے۔اور قوت شہوانی کی انتہا زنا ہے۔اس وجہ سے اللہ تعالیٰ قتل اور زنا کو اکٹھے ذکر فرمایا۔

ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون (الایۃ) الفرقان۔(زادالمعاد)

باب ماجاء فی إجلال الکبیر

بڑوں کے احترام کرنے کا بیان

○ حدثنا محمد بن المثنی أخبرنا یزید بن بیان العقیلی ثنی أبو الرحال الأنصاری عن أنس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ: ما أکرم شاب شیخا لسنہ إلا قیض اللہ لہ من یکرمہ عند سنہ...... ھذا حدیث غریب لانعرفہ إلا من حدیث ھذا الشیخ یزید بن بیان وأبو الرجال الأنصاری آخر۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بھی نوجوان کسی بوڑھے کا اکرام و احترام اس وجہ سے کرے کہ یہ بوڑھا اور عمر رسیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لئے کوئی ایسا آدمی (ساتھی) مقرر کرے گا جو اس کے بڑھاپے میں اس کا احترام کرے گا۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو اسی شیخ یزید بن بیان کے بغیر کسی دوسری طریق سے نہیں پہچانتے ہیں۔اور ابو الرجال انصاری جو ہے یہ دوسرا راوی ہے۔

توضیح وتشریح: بڑوں کے ادب واحترام کو شریعت مقدسہ میں بہت اہمیت دی گئی ہے' ایک حدیث میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جو آدمی ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرتا ہو اور ہمارے بڑوں کا احترام کرنا نہ جانتا ہو تو وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی جو شخص مسلمان ہونے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ مسلمان بننے امتی بننے کی صفات اپنے اندر پیدا کردے۔ اور ان صفات میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ مسلمان چھوٹوں پر شفقت کرے گا اور بڑوں کی تعظیم واحترام کرے گا۔ حدیث باب میں اس عمل پر نقد صلہ ملنے کی بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ کہ جو بھی آدمی کسی بوڑھے کا صرف اس وجہ سے ادب واحترام کرے کہ وہ بوڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کے بڑھاپے کے دوران اس کے لئے ایسے خادم مقرر کردے گا جو کہ اس بڑھاپے میں اس کی خدمت تعظیم واحترام کریں گے۔

سچ یہ ہے کہ من خدم خدم جس نے خدمت کی وہ مخدوم بنے گا۔

آ نکہ خدمت کرد اومخدوم شد   بے ادب از فضل رب محروم شد

لطیفہ: اس کے بڑھاپے کی وجہ سے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ویسے تو اپنے باپ کا' اپنے شیخ واستاذ کا اور اپنے پیرومرشد کا ادب واحترام تو عام طور پر لوگ کرتے ہیں یہ اپنی جگہ بہت ہی بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔ لیکن ان تمام نسبتوں سے آزاد ہوکر صرف بڑھاپا بھی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے ادب واحترام لازم ہوجاتا ہے۔ حدیث باب میں جو صلہ مذکور ہے یہ اس کے لئے ہے جو صرف بوڑھا ہونے کی وجہ سے کسی کا احترام کرے۔ یعنی ایک آدمی جو اس کا باپ نہیں' شیخ واستاد بھی نہیں ہے پیرومرشد بھی نہیں ہے۔ کوئی خان' کوئی ملک' اور کوئی چوہدری بھی نہیں ہے' لیکن یہ صرف اس کا بوڑھا اور سفید ریش ہونے کی وجہ سے اس کا اکرام وادب کرے اور ضرورت میں اس کی خدمت کرے تو اللہ تعالیٰ اس خدمت کرنے والے کے بڑھاپے میں اس کی خدمت کے لئے لوگ مقرر کرے گا جو اس کی خدمت تعظیم وادب کریں گے۔ مثلاً گاڑی میں کوئی ضعیف اور بوڑھا شخص کے لئے جگہ نہ مل رہی ہو تو یہ اٹھ کر اپنی سیٹ پر اس کو بٹھا دے۔ اور خود کھڑا رہے۔ یا مسجد میں وہ جگہ کی تلاش میں ٹھوکریں کھا کر گھومتا ہو تو یہ خود کھڑا ہو کر دوسری جگہ چلا جائے اور اسے اپنی جگہ بٹھادے تاکہ بوڑھے اور ضعیف کو تکلیف نہ ہو اس کو آخرت میں بھی بہت بڑا اجر وثواب ملے گا۔ اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اس عمل کے موافق بدلہ دے گا۔ اور اس کی ضعیفی میں اس کے لئے خادم مقرر فرمائے گا۔ اس حدیث کی صداقت کو لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ جو لوگ اپنے والدین' اساتذہ' بوڑھوں اور بزرگوں کا احترام کرتے ہوں تو ایسے لوگ جب بوڑھے ہوجاتے ہیں' تو اس کی اولاد' پوتے' پڑپوتے اور اس کے شاگرد اور دوست وغیرہ سب اس کے خادم بن جاتے ہیں۔ اور پوری وفاداری اور خلوص کے ساتھ اس کی خدمت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس پر ایسے مہربان بناتے ہیں کہ وہ اس کی خدمت کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں اور اس کے برعکس جو آدمی بڑوں کا ادب واحترام نہ کرتا ہو' بوڑھوں بزرگوں خصوصاً والدین کی خدمت نہ کرتا ہو' بلکہ ان سے نفرت کرتا ہو تو

ایسے آدمی کا جب شباب و جوانی کے دن ختم ہو جاتے ہیں اور وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو لوگ بھی اسی سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اس کو بالکل اچھوت سمجھ کر اس کے قریب تک نہیں آتے۔ بڑھاپے' ضعف اور کمزوری میں اس کی بری حالت ہو جاتی ہے اور بیوی' بچوں کی طرف سے ڈانٹ ڈپٹ اور عام لوگوں کی نفرت کا صدمہ اس پر مزید۔

<u>سندی بحث:</u> ابو الرحال الانصاری عن أنس بن مالک:

اس سند میں راوی ابوالرحال ہمارے ساتھ موجود نسخہ میں' سند میں بھی اور آخر باب میں بھی دونوں جگہ جیم کے ساتھ ابوالرجال لکھا گیا ہے اور تحفۃ الأحوذی کے نسخہ میں دونوں جگہ أبوالرحال' راء کے فتحہ اور حاء مشددہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اور ترمذی کے موجودہ نسخہ کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ سند أبوالرجال جیم کے ساتھ ہے اور آخر باب میں حاء (مھملہ مشددہ) کے ساتھ' اور ساتھ لکھا ہے کہ اسی طرح میں نے دہلی کے نسخوں میں پایا ہے۔ اور عرب سے منقول ایک صحیح نسخہ میں اس کا برعکس (یعنی سند میں حاءِ مھملہ مشددہ کے ساتھ اور آخر باب میں جیم کے ساتھ) ہے اور اس میں دونوں پر صحت کی علامت موجود ہے۔ صاحب تحفۃ الأحوذی نے اس پر کلام کیا ہے اور تین شواہد سے ثابت کیا ہے کہ عرب سے منقول نسخہ صحیحہ میں جو کچھ ذکر ہے' وہی صحیح ہے' یعنی سند ابولرحال راء کے فتحہ اور حاء مھملہ مشددہ کے ساتھ ہے اور آخر باب راء کے کسرہ اور جیم مخفف کے ساتھ ہے' اور سند میں مذکور راوی ابوالرحال انصاری بصری ہیں' ان کا نام محمد بن خالد یا خالد بن محمد ہے اور ابوالرجال' راء کے کسرہ اور جیم مخفف کے ساتھ ہے ان کا نام محمد بن حارثہ انصاری ہے' اور ان کی کنیت دراصل ابوعبدالرحمٰن ہے' اور ابوالرجال کی کنیت سے مشہور ہے لیکن یہ ان کا لقب ہے' کنیت نہیں ہے۔

باب ماجاء فی المتهاجرین

○ حدثنا قتیبة أخبرنا عبدالعزیز بن محمد عن سهیل بن أبی صالح عن أبیه عن أبی هریرة أن رسول الله ﷺ قال: تفتح أبواب الجنة یوم الاثنین والخمیس فیغفر فیهما لمن لایشرک بالله إلا المتهاجرین یقول: ردو الهذین حتی یصطلحا. هذا حدیث حسن صحیح. ویروی فی بعض الحدیث ذر واهذین حتیٰ یصطلحا ...... ومعنیٰ قوله "المتهاجرین" یعنی المتصارمین...... وهذا مثل ماروی عن النبی ﷺ قال: لا یحل المسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاثه أیام.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ان دو دنوں میں ہر اس آدمی کی مغفرت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ

کرتا ہو بغیر ان دو آدمیوں کے جن دونوں کے درمیان قطع تعلق ہو تو فرماتا ہے کہ ان دونوں کو واپس کردو یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کرلیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور بعض حدیث میں اس طرح روایت کی جاتی ہے۔ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کرلیں۔ اور المتھاجرین (ایک دوسرے کو چھوڑنے والے) کا معنی ہے المتصارمین (یعنی قطع تعلق کرنے والے) اور یہ حدیث اس حدیث کی طرح ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔

توضیح وتشریح:

پہلے ابواب میں گزر چکی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا حرام ہے۔ اور چونکہ غصہ وغضب انسانی فطرت میں موجود ہے گویا یہ اس کی ایک فطری کمزوری ہے۔ پس اس کی اس فطری کمزوری کی رعایت کی وجہ سے تین دن تک رخصت دی گئی ہے۔ لہذا تین دن تک بائیکاٹ پر گنہگار نہ ہوگا۔ پس اس حدیث باب میں جو یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ پس جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو اس کو مغفرت ہوتی ہے مگر ان دو آدمیوں کی مغفرت نہ ہوگی جن دونوں کے درمیان قطع تعلق ہو۔ تو یہ بھی اس پر محمول ہوگا کہ یہ قطع تعلق تین دن سے زیادہ تک جاری رہے۔ ایک صحیح حدیث میں یہ مضمون ذکر ہوا ہے کہ مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے پس جس نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیا اور (اس حالت میں) وہ مرگیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔)

اور غالباً اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام ترمذیؒ نے آخر میں فرمایا کہ یہ حدیث بھی اس حدیث کی طرح ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔

تفتح أبواب الجنة:

جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت پیدا کی گئی ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے اور بعض ایام اور بعض اوقات میں اللہ تعالیٰ عفو و درگزر اور اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دینے کے لئے اس کے دروازوں کو کھول دیتا ہے اور جنت کے دروازوں کو کھول دینا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور خصوصی انعامات واحسانات کرنے کی علامت کے طور پر ہے۔

پیر اور جمعرات کی فضیلت : یوم الاثنین و الخمیس:

اس حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر خصوصی انعامات ونوازشات کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ رمضان

المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے اس میں بھی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔اور جہنم کے دروازے بند کیے جاتے ہیں اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' پیراو رجمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے ۔اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے' اور فرماتے تھے ان دو دنوں میں بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیے جاتے ہیں ۔ پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اللہ تعالیٰ کو پیش کیا جائے اور (اس حالت میں) میں روزہ دار ہوں" عرض اعمال کے دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھنے کو شاید اس لئے پسند فرمایا کہ عرض اعمال کے دن تو معلوم ہیں' لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس وقت اعمال پیش کیے جائیں گے کہ بندہ اس وقت عبادت میں مشغول رہے ۔اور روزہ ایک بہترین اور متبرک عبادت ہونے کے ساتھ ساتھ ابتداء سے انتہاء تک سارے دن پر محیط ہوتی ہے ۔اٹھنے بیٹھنے 'سونے اور باتیں کرنے' ہر حالت میں انسان اس عبادت میں مشغول رہتا ہے' پس جس وقت بھی عمل اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوگا' اس وقت صاحب عمل' اللہ تعالیٰ کی ایک بہترین اور محبوب عبادت میں مشغول ہوگا جو کہ اللہ تعالیٰ مزید رحمت اور مزید احسانات وانعامات کا باعث ہوگا۔

الا المتہاجرین: یہ ہجر سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے چھوڑنا اور ترک تعلق کرنا۔ یعنی جن دو آدمیوں نے دشمنی اور نفرت کی وجہ سے آپس میں سلام کلام چھوڑ دیا ہو۔ اور قطع تعلق کر دیا ہو ان دونوں کی مغفرت نہ ہوگی۔

یقول ـ ردوا ھذین حتی یصطلحا : یعنی ان کے بارے میں یہ حکم صادر ہوتا ہے کہ ان دونوں کو ابھی واپس کر دیں' یہاں تک کہ یہ دونوں آپس میں صلح کر لیں ۔یعنی ان کے گناہوں کی مغفرت نہ ہوگی' جب تک انہوں نے صلح نہ کرلی ہو۔

ردوا ھذین: ذروا ھذین ۔أنظروا ھذین مختلف الفاظ سے یہ جملہ روایات میں ذکر ہوا ہے سب کا حاصل ایک ہے۔ یعنی ان کے گناہوں کے بخشنے کا معاملہ ابھی ملتوی کر دیں اور ان کو صلح کرنے تک ویسے ہی رہنے دیں۔اس میں صلح کرنے کی ترغیب ہے اور بائیکاٹ کو برقرار رکھنے پر سخت وعید مذکور ہے اور وہ یہ کہ ایسے لوگوں کے گناہوں کی مغفرت نہ ہوگی ۔ پس اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ ایسی حالت میں موت آجائے تو اس قطع تعلق کا اور قطع تعلق کے دوران صادر ہونے والے تمام گناہوں کا بوجھ اس کے کندھوں پر رہے گا۔اور ان گناہوں کی مغفرت نہ ہوگی اور یہ ایک مسلمان کیلئے سب سے زیادہ غم اور پریشانی کی بات ہے۔ لہذا گناہوں کی بھاری بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے ضروری بائیکاٹ کو ختم کرنے اور مصالحت کرنے میں جلدی کی جاوے۔ حدیث پاک میں ہے وخیرھما الذی یبدء بالسلام ۔یعنی ان قطع تعلق کرنے والے دونوں میں سے زیادہ بہتر آدمی وہ ہے جو کہ سلام میں پہل کرے۔

بحث ونظر

مولانا محمد عیسیٰ منصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم (لندن، یو۔ کے)

دینی مدارس اور عصری تقاضے

برصغیر کے دینی مدارس اور جامعات میں صدیوں سے جو نصاب تعلیم پڑھایا جارہا ہے وہ درس نظامی کہلاتا ہے یہ دراصل اسلم دور کا عصری ودرباری نصاب تعلیم تھا۔ اس وقت تعلیم میں دینی ودنیوی کی تفریق ودوئی نہیں تھی۔ یہ نصاب تعلیم اس دور کی عصری ودرباری ضرورتوں کی بھی پورا کرتا تھا۔ اور دینی ضرورتوں کو بھی ۱۸۵۷ء کے غدر یا انقلاب کے بعد سرکاری درسگاہوں میں اس کی جگہ انگریز نے اپنی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر نیا نصاب تعلیم رواج دیا جس کا بنیادی مقصد انگریز کے لئے وفادار کلرک ونوکر پیدا کرنا تھا۔ علماء کی ایک بڑی تعداد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں کام آئی باقی ماندہ علماء کی ایک کھیپ کالے پانی اور جیلوں میں ڈال دی گئی۔ انگریز برصغیر کو عیسائی مملکت بنانے کا عزم لیکر آیا تھا ابتداء میں ہر داڑھی والے اور اونچے پاجامے والے کو قتل کیا گیا دینی مدارس بند کردئے گئے۔ ان مدارس کو مسلم حکمرانوں کی عطا کردہ زمینیں وجائدادیں ضبط کرلی گئیں۔ ۱۸۵۷ء میں شاملی (ضلع مظفر نگر) کے میدان میں حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ، امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے جہاد بالسیف بھی کیا۔ حافظ پیر ضامنؒ سمیت بہت سے علماء نے جام شہادت نوش فرمایا۔ شاملی کے بعد علماء کی بصیرت نے یہ حقیقت سمجھ لی کہ اسلحی میدان میں انگریز صدیوں آگے نکل چکا ہے اسلئے اس میدان میں مقابلے سے مزید نقصان بڑھے گا۔ اب علماء کا یہ گروہ احرار برصغیر میں اسلام کے تحفظ کے لئے نئے محاذ ومیدان کی تلاش میں جٹ گیا۔ دارالعلوم دیوبند اس نئے لائحہ عمل کا سب سے نمایاں عنوان بن گیا۔ اس کے بانی حجۃ السلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا یہ جملہ زبان زد عام ہیں ''فقیر نے اپنے مشن پر علم کا نقاب دال دیا ہے'' حضرت شیخ الہندؒ نے مدرسہ کی غرض وغایت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا! حضرت استاذ نے اس مدرسہ کو کیا درس وتدریس وتعلیم کے لئے قائم کیا تھا مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ اسلئے قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے ذریعہ سے لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جاسکے (اسلام ومغربیت کی کشمکش)

حالات کے شدید دباؤ کے تحت ان مدارس کی حکمتِ عمل دفاعی تھی حقیقت یہی ہے کہ دیوبند ہو یا علی گڑھ دونوں کا نصاب تعلیم اس وقت کے مخصوص حالات اور پس منظر اور دورِ غلامی کے تقاضوں کا عکاس تھا ان حالات میں

اس سے بہتر ممکن بھی نہ تھا دونوں کی بنیاد خوف اور تحفظات پر تھی سرسید کو یہ خوف لاحق تھا کہ عصری تعلیم اور انگریزی سے بے اعتنائی برتی گئی تو مسلمان سرکاری ملازمتوں میں تجارت وصنعت اور قومی زندگی کے دوڑ میں برادرانِ وطن سے پچھڑ جائینگے اور علماء کو یہ اندیشہ وخوف تھا کہ کہیں برِ صغیر دوسرا اسپین نہ بن جائے کہ کوئی مسئلہ بتانے والا فتویٰ دینے والا اور رہنمائی کرنے والا ملے یہ واقعہ ہے کہ برِ صغیر میں جس قدر بھی اسلام سے وابستگی اور دینی امور کے چرچے ہیں وہ انہی بزرگوں کی حکمتِ عملی کا صدقہ طفیل ہے ۱۹۴۷ء کی آزادی کے بعد حالات ضروریات اور تقاضے تبدیل ہو گئے تھے اس وقت علی گڑھ اور دیوبند دونوں کے نصاب ہائے تعلیم میں اجتہادی تبدیلیوں بلکہ انقلاب کی ضرورت تھی اب نئی ضروریات اور جدید تقاضوں کے مطابق ازسرِنو نصابِ تعلیم مرتب کیا جانا چاہئے تھا جو دنیا کی جدید معیشت معاشرت ،سیاست وحالات کے درپیش مسائل میں علمی وفکری وعملی رہنمائی کرتا اور جدید علمی وفکری چیلنجز کے مقابلہ کے لئے نئی نسل کو تیار کرتا علماء کو برِ صغیر کے تینوں حصوں میں قائدانہ وموثر رول وکردار ادا کرنے کے قابل بناتا تاکہ جدید حالات میں طلباء مدارس کی چہار دیواری سے نکلنے کے بعد جن حالات سے دوچار ہوں وہ ! انکے ۔لئے نامانوس واجنبی نہ ہوں اور وہ یہ سوچنے پر مجبور نہ ہوں اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ مدرسہ کی اس چہار دیواری میں گزار آئے ہیں جس کا باہر کی دنیا سے کوئی رشتہ نہ تھا بلکہ وہ دورِ حاضر کے علمی وفکری ونظریاتی چیلنجوں کا آج کی زبان اور عصری اسلوب ودلائل میں مسکت جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں اور اسلام کا پیغامِ انسانیت مؤثر طور پر پہنچا سکیں۔

ہمارے نصابِ تعلیم کا ایک حصہ یعنی قرآن وسنت کی حد تک ہر دور کے لئے ہے اور ناقابلِ تغیر ہے اس کے علاوہ نصاب ونظامِ تعلیم کا پورا ڈھانچہ ہر دور کی تغیر پزیر قدروں اور تقاضوں کے مطابق تبدیل ہوگا نصابِ تعلیم بدلتے ہوئے حالات میں محض قدیم علوم وفنون کا میوزیم یا آثارِ قدیمہ بن کر نہیں رہ سکتا چنانچہ حضرت امام مالکؒ ابنِ شہاب زھریؒ سے لیکر شاہ ولی اللہؒ مولانا قاسم نانوتویؒ مولانا محمد علی مونگیریؒ تک اصل روح ہر جگہ برقرار ملے گی وہ ہے دین کا تحفظ اور عصری مزاج وتقاضوں کی روشنی میں اشاعتِ اسلام مگر نصاب نظامِ تعلیم ہر دور کی ضرورتوں کے مطابق اختیار کئے گئے۔ تعلیم درحقیقت وہ بنیادی اینٹ ہے جس پر کسی قوم وسماج کی علمی وفکری زندگی کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے اگر یہ وقت کی ضرورتوں اور تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تو قوم وتمدن کے زوال کا سبب بن جاتی ہے چانچہ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں آج صدیوں سے مسلمانوں کی ذہنی ترقی کو جس چیز نے روک رکھا ہے اس کا ذمہ دار صرف اور صرف نصابِ تعلیم اور طرزِ تعلیم ہے (رسالہ الندوہ ھر) کیونکہ نصابِ تعلیم کا رابطہ اس زندگی سے جو ہر وقت رواں دواں ہے اور ہر آن تغیر پزیر ہے حیاتِ انسانی کی جملہ ترقیاں موقوف ہیں صحیح نصاب ونظامِ تعلیم پر اس کی حیثیت طبیب کے نسخہ کی سی ہے جو مریض کی حالت ،اسکے مزاج ،موسم ،آب وہوا کو سامنے رکھ کر ایک تناسب سے دواؤں کو انتخاب کرتا ہے درسِ نظامی کے سلسلہ میں دو باتیں ہمیشہ ملحوظِ خاطر رہنی چاہئے ایک یہ ہے کہ نصابِ تعلیم ہمارا کبھی بھی دینی وروحانی

نصاب نہیں تھا بلکہ یہ درحقیقت مسلم دورِ حکومت کا عصری و درباری نصابِ تعلیم تھا اسلئے اس میں پوری توجہ عصری و درباری علوم فلسفہ، منطق، علمِ کلام ریاضی وغیرہ پر بھی تھی فقہ وغیرہ پر اس وجہ سے توجہ ہوگئی تھی کہ مسلم دور میں قاضی و محتسب بننے کے لئے اس کی ضرورت تھی دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ برِ صغیر کے نصابِ تعلیم کا خمیر تنزل کے خمیر سے ہے نہ کہ ترقی کے خمیر سے چھٹی صدی ھجری میں تاتاریوں کی یلغار خلافت کے خاتمہ، اور بغداد کے قتل عام کے بعد عالمگیر اثر مسلمانوں کے دماغی و ذہنی حالت پر پڑا جس نے علوم اسلامی کو زوال پزیر کر دیا غرض ہمارے نصابِ تعلیم کے خمیر میں تنزل و زوال کا مواد موجود ہے کیونکہ اس کا بیشتر حصہ ساتویں صدی ھجری کے بعد سے تعلق رکھتا ہے اس دور کا مزاج و ذوق قرآن و سنت کے بجائے فلسفہ و معقولات نے تیار کیا تھا چنانچہ محدث شہیر حضرت مولانا یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں مدارس عربیہ میں اسوقت جو نصاب رائج ہے حدیث و فقہ کی کتابوں کو مستثنیٰ کرنے کے بعد وہ زیادہ تر ساتویں صدی ھجری اور اسکے بعد کے قرون کی یادگار ہے جب صحیح معنی میں علمی انحطاط کا دور شروع ہو چکا تھا کتاب کی عبارت پر کاغذ کم خرچ کیا گیا اور اسکے حل پر دماغ زیادہ خرچ کیا گیا یہ دماغی عیاشی نہیں تو کیا ہے یہ علم کا سب سے بڑا فتنہ ہے جس سے علوم اسلامی اور معارف کو بڑا نقصان پہنچا (مہانامہ الفرقان ۱۹۷۵) برِ صغیر کے نصابِ تعلیم کا جائزہ لیتے وقت یہ نقطہ کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ جب کبھی برصغیر میں علم سمندری راستہ سے حجاز مقدس سے براہِ راست آیا تو صحیح اسلامی علوم یعنی حدیث و فقہ رائج ہوئے جیسے مغلوں نے پہلے گجرات میں علامہ طاہر پٹنیؒ شیخ علی متقیؒ کے دور میں ہوا اور جب کبھی علم خشکی کے راستہ سے آیا تو یونانی و ایرانی فلسفوں، منطق، معقولات کا غلبہ رہا اگر معقولات و فلسفہ کی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا ان علوم کا شروع ہی سے شیعیت سے خاص تعلق رہا ہے نویں صدی ھجری ایران و ہندوستان میں علمی و فکری اور ذہنی انتشار کی صدی ہے اس دور میں ایران میں شیعیت کے ذریعہ فلسفہ و معقولات نے اپنی جڑیں مضبوط کرلیں۔

برِ صغیر کے نصابِ تعلیم میں معقولات کے غلبہ کی تاریخ:

برصغیر میں سب سے پہلے سکندر لودھی کے دور میں ملتان کے ملاّ عبداللہ تلبنی کے ذریعہ فلسفہ، معقولات نصابِ تعلیم کا حصہ بنیں جنھوں نے ایران جاکر فلسفہ حکمت اور منطق کی تعلیم حاصل کی تھی سکندر لودھی۔نے انھیں ملک العلماء کا خطاب دے کر قدر افزائی کی لیکن ہمارے نصابِ تعلیم پر معقولات اور فلسفہ کا مکمل غلبہ دورِ اکبری میں ہوا جب مشہور رافضی عالم میر فتح اللہ شیرازی معقولات کا پورا دفتر لیکر ہندوستاں پہنچے جنھیں اکبر نے صدرِ جہاں اور امین الملک کا خطاب دیکر راجہ تورڈمل کے ساتھ وزارتِ مالیات میں شریک کر کے علماء کا سرتاج بنادیا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ایران ہر دور میں ان علوم و افکار کی آماجگاہ رہا ہے جو مقصدِ نبوت کے متضاد تھے شاید یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر فاروقؓ فتح ایران کے بعد فرمایا کرتے تھے کاش ہمارے اور ایران کے درمیان آگ کا دریا حائل ہوتا اس کے بعد تو درس نظامی معقولات کا پلندہ بن کے رہ گیا۔ بقول مولانا مناظر حسن گیلانی" درس نظامی میں دینیات کی صرف تین

کتب تھی۔ جلالین، مشکوٰۃ اور ھدایا و شرح وقایا میں ایک سے عبادات دوسری دوسری سے معاملات اور عصری و درباری علوم کی ۴۰ سے ۵۰ کتب باقی درس نظامی کے بانی ملا نظام الدین سہالوی اسی فرنگی محل خاندان کے ایک فرد تھے۔ جس کی کل کائینات فلسفہ، معقولات رہی ہے آپ کا سلسلہ تعلیم ۴ پشتوں کے بعد میر فتح اللہ شیرازی سے جاملتا ہے۔ غرض درس نظامی میر فتح اللہ کی ایرانی شراب کے خمخانہ سے لبریز ہے ملا نظام الدین سہالوی کی زندگی بھر کا اصل میدان علم ،معقولات و فلسفہ رہا ہے جیسا کہ آپ کی تصانیف اور شاگردوں سے ظاہر ہے۔ تصانیف جیسے شرح مسلم الثبوت، صبح صادق، شرح منار حاشیہ صدرا شمس بازغہ حاشیہ بر حاشیہ قدیمہ اور شاگرد جیسے علامہ بحر العلوم ملا عبد العلی ملا کمال ملا حسن وغیرہ مولانا ابوالکلام آزاد نے آج سے تقریباً ۶۲ سال پہلے ۲۲ فروری ۱۹۴۷ء کو اسی لکھنو میں علماء کی ایک مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ آپ کی تعلیم کا زیادہ حصہ ان چیزوں پر مشتمل ہے جیسے عام بول چال میں معقولات سے تعبیر کیا جاتا ہے آپ مدرسوں میں جن چیزوں کو معقولات کے نام سے پڑھا رہے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں ۔جن سے دنیا کا دماغی کارواں ۲۰۰ برس پہلے گزر چکا ہے آج اس کی دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے یہ سب بیکار ہے سوائے اسکے کہ اس سے دماغ کو بیکار کریں اور کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا۔ آج میں علمائے کرام کے مجمع سے وہی کہنا چاہتا ہوں جو مولانا ابوالکلام آزاد نے ۶۲ سال پہلے کہا تھا'' کیا اس کا وقت نہیں آیا کہ آپ اس حقیقت کو تسلیم کریں جسے دنیا نے دیڑھ سو سال پہلے تسلیم کرلی تھی اگر سو سال پہلے ہم نے تبدیلی نہیں کی تو کم از کم یہ تبدیلی ہم کو ۵۰ برس پہلے کرلینی چاہئے تھی آپ عصری تقاضوں سے نظریں چرا کر وقت سے لڑ رہے ہیں اس کشمکش کی عمر بڑھ سکتی ہے لیکن آخر میں قدامت پسندی کو ہار ماننی ہی پڑیگی کیونکہ آپ وقت سے نہیں لڑ سکتے''

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نصابِ تعلیم میں معقولات و یونانی فلسفہ اس دور کی عصری ضروریات کے تحت ہی داخل نصاب کئے گئے تھے جب ان علوم کے حاملین نے اسلام اور اسلامی تعلیمات پر اعتراضات اور سوالات کھڑے کیے تب امام غزالیؒ اور امام رازیؒ ابن تیمیہؒ نے یونانی علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر کے انکی بنیادوں پر تیشے چلائے انکا رعب ختم کیا اور جوابات دیئے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جوں ہی ان علوم کی اثر پزیری ختم ہوئی تو انھیں نصابِ تعلیم سے خارج ہو جانا چاہئے تھا مگر ان باطل افکار و فلسفوں سے بعض علماء کو ایسی دلچسپی و شغف ہوا جیسے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا سے ۔موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ ہمارے دینی جامعات میں آج تک وہی جوابات دہرائے جارہے ہیں جو اسوقت غزالیؒ رازیؒ اور ابن تیمیہؒ نے دئے تھے۔ جب کہ یہ سوالات چار سو سال پہلے ختم ہو چکے ہیں اور جدید فکر و فلسفہ نے آج اسلام پر جو سوالات اٹھائے ہیں جو چیلینجز سامنے رکھے ہیں علماء کو ان سوالات ہی کا پتہ نہیں جواب تو دور کی بات ہے قدیم نصابِ تعلیم کے تمام غالی حامی اکثر فرمایا کرتے ہیں حضرت مدنیؒ مولانا عثمانیؒ محدث شہیر مولانا انور شاہ کشمیری وغیرہ نے بھی یہی تعلیمی نصاب پڑھ کر علمی کمال و شہرت حاصل کی کی تھی۔ مگر یہ سخت

مغالطہ ہے درسِ نظامی کی تربیت سے پہلے جو ہزاروں بلکہ لاکھوں اجلّہ علم اور اساتذہ فنون گزرے ہیں جن میں درسِ نظامی کے بانی و مرتب بھی شامل ہے کیا انھوں نے بھی درسِ نظامی پڑھکر ہی علمی کمالات حاصل کئے تھے حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ دماغی وذھنی صلاحیتوں کے افراد کے لئے کسی خاص نصاب کی ضرورت نہیں رہتی ایسے افراد ہزاروں بلکہ لاکھوں میں ایک آدھ ہی ہوتے ہیں جبکہ نصابِ تعلیم اکثر طلبہء کی ضروریات وصلاحیت کوسامنے رکھ کر تیار کرنا ہوتا ہے۔قدیم نصابِ تعلیم پر ہٹ دھرمی کا نتیجہ ہے کہ بقول مفتی اعظم پاکستانی مفتی محمد شفیعؒ کے آزادی کے بعد ہمارے دینی مدارس اور خانقاہیں بانجھ ہوتی جارہی ہیں درسِ نظامی کے نصاب مین ۷۰ تا ۸۰ فیصد حصہ اس دور کے عصری ومغربی علوم کا ہی ہے جواب فرسودہ اور بیکار ہو چکے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ یونانی علوم اگرچہ اسلامی نہیں مگر علوم الیہ کے طور پر داخل نصاب ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج کے جدید فلسفہ و سائنس وتاریخ ،جغرافیہ، کمپیوٹر اور انگریزی کو علومِ الیہ کے طور پر داخلِ نصاب نہ کیا جائے۔

آج کی سب سے بڑی ضرورت یہی ہے کہ دورِ نبوتؐ سے لیکر ۱۸۵۷ تک نصابِ تعلیم میں دینی وعصری تعلیم کی وحدت کی طرف لوٹا جائے دینی وعصری علوم کے فاصلے کم از کم کئے جائیں درسِ نظامی میں خالص دینیات پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے تفسیر کی کل کائنات جلالین ہے جو گویا قرآن کا لفظی ترجمہ ہے یا بیضاوی کے چند رکوع جو قرونِ وسطیٰ کے فلسفانہ پسِ منظر میں لکھی گئی تھی یہی حال حدیث کا ہے آخری سال میں نصف درجن احادیث کی کتب کا اس طرح رواروی میں دورہ کرادیا جاتا ہے طلبہ کی اکثریت احادیث کے زخیرہ سے یوں گزر جاتی ہے جیسے کوئی شخص نیم خوابی کی حالت میں اونگھتے ہوئے کسی باغ سے گزر جائے اور پھر بیان کرتا پھرے کہ میں نے یہ دیکھا وہ دیکھا یہی حال فقہ کی تعلیم کا ہے ہم نے بعض فروعی مسائل میں حضرت امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان میدان مناظرہ ومجادلہ قائم کر رکھا ہے اس طرز کو محدث شہیر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے عمر ضائع کردینے سے تعبیر کیا ہے۔جس طرح متقدمین نے اس زمانے کے فلسفہ وعلمِ کلام کی روشنی میں اسلام کے مابعد الطبیعی اعتقادات کو ثابت کیا تھا۔ہم پر فرض ہے کہ موجودہ دور کے فکر وفلسفہ کی روشنی میں اسلام کے اثبات کا یہ کام کر کے جدید علمِ کلام مدوّن کریں۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

آپ اپنے موقر مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

editor_alhaq@yahoo.com

جناب سید امجد علی حیدر آبادی
شریک دورۂ حدیث شریف، دار العلوم دیوبند

صنف نازک...تہذیب وتمدن کے آئینہ میں!

عورت کو آدھی دنیا کہا گیا، اور کہا جاتا ہے، اسلئے اس کو کسی بھی سماج یا ازم کیلئے نظر انداز کرنا آسان نہیں ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عورت انسانی حیات کی گاڑی کا لازمی پہیہ ہے، لیکن انسانی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ عورت آدھی دنیا ہونے کے باوجود اسے وہ اہمیت وحیثیت نہیں دی گئی جس کی واقعتاً وہ مستحق تھی، جس طرح قدیم تہذیب وتمدن (یعنی اسلام کی آمد سے قبل) نے عورت کے وقار کو تباہ کیا، اسی طرح جدید تہذیب نے بھی اسے شوپیس بنایا، اسے استعمال تو کیا لیکن اسے عزت نہیں بخشی، نمایاں تو کیا گیا لیکن عورت کے عورت پن کے خاتمے کی قیمت پر، آج وہ زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں تو نظر آتی ہے، لیکن یہ نمائندگی عزت وعصمت، حیا وشرم، گنوانے کی قیمت پر ملی۔

صنف نازک کے ادوار

عورت کے اس متضاد ادوار کے سلسلہ میں جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو افراط وتفریط کی کھینچ تان کا ایک عجیب سلسلہ نظر آتا ہے، ایک طرف ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عورت جو ماں کی حیثیت سے آدمی کو جنم دیتی ہے اور بیوی کی حیثیت سے زندگی کے ہر نشیب وفراز میں مرد کی رفیق بنی رہتی ہے، اسی محسنہ کو اسلام سے قبل اس کے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا ہے، اس کی پیدائش کو نحوست تصور کیا جاتا ہے، اس کو ملکیت اور وراثت کے تمام حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس کو گناہ اور ذلت کا مجسمہ سمجھا جاتا ہے، پھر اسلام کا عظیم الشان دور آتا ہے، جو سسکتی انسانیت کے لئے مسیحا ثابت ہوا، مرد وزن کو اس نوخیز مذہب نے وہ احکامات اور تعلیمات دی جو دونوں کی جسمانی اور حیاتیاتی سانچوں کے عین مطابق ہے، دوسری طرف مغربی جدید تہذیب کا بڑھتا ہوا سیلاب نظر آتا ہے کہ وہی عورت اٹھائی اور ابھاری جارہی ہے مگر اس شان سے کہ اس کے ساتھ بداخلاقی اور بدنظمی کا طوفان بھی اٹھ رہا ہے، وہ حیوانی خواہشات کا کھلونا بنا[illegible] جاتی ہے، اس کو واقعی شیطان کا ایجنٹ بنا کر رکھ دیا جاتا ہے، اور اس کے ابھرنے کے ساتھ انسانیت کے گرنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

تاریخ کے سفینے میں قیام دنیا کے بعد بے شمار تہذیبوں نے اپنے پیر پسارے، ان کے ماننے [illegible] نے اپنی تعلیمات کو بساط قوت سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی، جس کے عوض اس قوم کو اپنے ہی دور میں تہذیب ساز جیسے خطاب

ملے۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وہ قوم اپنی لنگڑی، ادھوری تہذیب اور بے اصل نظریات کے ساتھ دفن ہوگئی۔آیئے تاریخ سے ہم ایسی تہذیب اور سوچ رکھنے والی اقوام کی دو چار مثالیں پیش کریں۔

یونان: اقوام قدیمہ میں سے جس قوم کی تہذیب سب سے زیادہ شاندار نظر آتی ہے وہ اہل یونان ہیں، اس قوم کے ابتدائی دور میں اخلاقی نظریہ، قانونی حقوق، اور معاشرتی برتاؤ، ہر اعتبار سے عورت کی حیثیت بہت گری ہوئی تھی، یونانی خرافات (Mythology) میں ایک خیالی عورت پانڈورا (Pandora) کو اسی طرح تمام انسانی مصائب کا موجب قرار دیا گیا تھا، جس طرح یہودی خرافات میں حضرت حواء علیہا السلام کو قرار دیا گیا، ان کی نظر میں عورت ایک ادنیٰ درجہ کی مخلوق تھی، معاشرت کے ہر پہلو میں اسکا مرتبہ گرا ہوا رکھا گیا اور عزت کا مقام مرد کے لئے مخصوص تھا۔

روم: اہل یونان کے بعد جس قوم کو دنیا میں عروج نصیب ہوا، وہ اہل روم تھے، یہاں پھر وہی اتار چڑھاؤ کا منظر ہمارے سامنے آتا ہے جو اوپر آپ دیکھ چکے ہیں، رومی لوگ وحشت کی تاریکی سے نکل کر جب تاریخ کے روشن منظر پر نمودار ہوتے ہیں، تو ان کے نظامِ معاشرت کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنے خاندان کا سردار ہے، اس کو اپنی بیوی و بچوں پر پورے حقوقِ مالکانہ حاصل ہیں، بلکہ بعض حالات میں وہ بیوی کو قتل کر دینے کا بھی مجاز ہوتا ہے، نیز اس دور میں عورت اور مرد کے غیر نکاحی تعلق کو معیوب سمجھنے کا خیال بھی دلوں سے نکلتا چلا گیا، یہاں تک کہ بڑے بڑے معلمین اخلاق بھی زنا کو ایک معمولی چیز سمجھنے لگے، کاٹو جس کو ۱۸۴ء میں روم کا محتسب اخلاق قرار دیا گیا تھا صحیح طور پر جوانی کی آوارگی کو حق بجانب ٹھہراتا ہے، حتیٰ کہ اپکٹیٹس جو فلاسفۂ رواقیین میں بہت ہی سخت اخلاقی اصول رکھنے والا سمجھا جاتا تھا، اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے کہ:

''جہاں تک ہو سکے شادی سے پہلے عورت کی صحبت سے اجتناب کرو، مگر جو اس معاملے میں ضبط نہ رکھ سکیں انھیں ملامت بھی نہ کرو۔''

اخلاق و معاشرت کے بند جب اتنے ڈھیلے ہوگئے تو روم میں شہوانیت، عریانیت، اور فواحش کا سیلاب پھوٹ پڑا، تھیٹروں میں بے حیائی وعریانی کے مظاہرے ہونے لگے ننگی اور فحش تصویریں ہر گھر کی زینت کیلئے ضروری ہوگئیں، اہل روم کے یہاں عورت ذات کے سلسلہ میں نظریات ورجحانات نے اتنا زوال قبول کیا کہ اس کی تصویر کشی مشکل نظر آتی ہے، مشہور رومی فلسفی و مدبر سنیکا (۴ ق.م تا ۶۵) اہل روم کے طرزِ عمل پر ماتم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

''اب روم میں طلاق کوئی بڑی شرم کے قابل چیز نہیں رہی۔عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔''

مردوں کے اس رویہ کے بعد عورت ذات کا بھی مزاج بدلا، اور وہ بھی یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کرتی چلی گئیں۔مارشل (۴۳ء تا ۱۰۴ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی۔اسی طرح جووینل (۶۰ء تا ۱۴۰ء)

ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے۔ سینٹ جروم (۳۴۰ء تا ۴۴۰ء) ان سب سے زیادہ ایک با کمال عورت کا حال لکھتا ہے کہ جس نے آخری بار تیئیسواں شوہر کیا اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی۔

مسیحی یورپ: مغربی دنیا کے اس علاج کے لئے مسیحیت پہنچی، اور اوّل اوّل اس کی بڑی اچھی خدمات رہیں فواحش کا اس نے انسداد کیا، عریانیت کو زندگی کے ہر شعبے سے نکالا، اور پاکیزہ اخلاقی تصورات لوگوں میں پیدا کئے، مگر عورت اور صنفی تعلقات کے بارے میں آبائے مسیحیین دو بنیادی نظریئے رکھتے تھے جو فطرتِ انسانی کے خلاف اعلانِ جنگ تھے۔ ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ:

''عورت گناہ کی ماں، اور بدی کی جڑ ہے، معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے، اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کیلئے کافی ہے، اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہیئے، کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، اس کو دائماً کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیئے، کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر مصیبت ولعنت لائی ہے۔''

ترتولیان جو ابتدائی دور کے ائمہ مسیحیت میں سے تھا، عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے کہ: ''وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی خدا کی تصویر... مرد کو غارت کرنے والی ہے۔''

کرائی سوسٹم جو مسیحیت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے عورت کے حق میں کہتا ہے کہ:

''وہ ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت ہے۔''

ان کا دوسرا نظریہ یہ تھا کہ: ''عورت اور مرد کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل احتراز چیز ہے، خواہ وہ نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔''

تجرد اور دوشیزگی معیارِ اخلاق قرار پائی، اور تأہل کی زندگی اخلاقی اعتبار سے پست اور ذلیل سمجھی جانے لگی۔

نظریات کا اثر: ان دونوں نظریات نے نہ صرف اخلاق اور معاشرت میں عورت کی حیثیت حد سے زیادہ گرادی بلکہ تمدنی قوانین کو بھی اس درجہ متاثر کیا کہ ایک طرف ازدواجی زندگی مردوں اور عورتوں کیلئے مصیبت بن گئی تو دوسری طرف عورت کا مرتبہ سوسائٹی میں ہر حیثیت سے پست ہو گیا۔

مسیحیت سے مغرب تک: مسیحی شریعت کے زیر اثر جتنے قوانین مغربی دنیا میں جاری ہوئے، ان سب کی مجموعی خصوصیات کو ہم اس طرح تقسیم کرتے ہیں:

(۱) معاشی حیثیت سے عورت کو بالکل بے بس کر کے مرد کے قابو میں دے دیا گیا، اور وراثت میں اس کے

حقوق نہایت محدود تھے، اور ملکیت میں اس سے بھی زیادہ محدود تھے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ تھی کہ طلاق وخلع کی سرے سے اجازت ہی نہیں تھی، زوجین میں ناموافقت، وباہمی تعلقات کے خراب ہونے کے باوجود مذہب وقانون ان دونوں کو زبردستی ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہنے پر مجبور کرتے تھے۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ تھی کہ شوہر کے مرنے کی صورت میں بیوی کیلئے، بیوی کے مرنے کی صورت میں شوہر کیلئے نکاح ثانی کرنا سخت معیوب بلکہ گناہ قرار دیا گیا تھا۔

یہ چند مسیحی یورپ کی خصوصیات، اور صنف نازک کے تئیں ان کے فاسد نظریات تھے جو مختصراً آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ اب آگے تہذیب اہل مصر کو ملاحظہ فرمایئے:

مصر: مصر کی عظمت کے پرچم دنیا بھر میں لہرائے ہوئے تھے، وہاں فرعون اپنی بہن تک سے شادی کر لیتا تھا، دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے عورتوں کی قربانی دی جاتی تھی، دریائے نیل کو خوش کرنے کیلئے ایک دوشیزہ کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا، غرض یہ کہ عورت کو عملی زندگی کی تعمیر میں کسی بھی نوعیت کا اختیار حاصل نہیں تھا، مرد کی مکمل تقلید مصری عورتوں کا مقدر بن چکی تھی۔

ایران: ایران آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل ایک مہذب ملک مانا جاتا تھا، وہاں عورت کی حیثیت ایک حقیر جانور کی سی تھی، ایرانی لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو باعث ندامت سمجھتے تھے، نیز ایک عورت کو متعدد بھائیوں کی بیوی بناتے تھے، باپ کے مرنے کے بعد ماں کو ترکہ کے طور پر اپنے تصرف میں لاتے تھے۔

قدیم ہندوستان: یہ وہ مختصر سی تاریخی نشیب وفراز کی اس خطہ ارضی کی داستانیں تھی جو ماضی میں تہذیبوں کا گہوارہ رہ چکی ہیں، اور آج بھی جن کی تہذیب وتمدن، ثقافت وحضارت کا ڈنکا اس دنیائے فانی میں بجایا جا رہا ہے، کچھ ایسی ہی داستان خود ہمارے ملک ہندوستان کی ہے، جو صدہا سال سے افراط وتفریط کا شکار ہے، جب ہم ہندوستان کی اس قدیم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو عورت ایک طرف داسی بنائی جاتی ہے، مرد اس کا سوامی اور پتی دیو یعنی مالک اور معبود بنتا ہے، اسے بچپن میں باپ کی، جوانی میں شوہر کی، اور بیوگی میں اولاد کی مملوکہ بن کر رہنا پڑتا ہے، اسے شوہر کی چتا پر بھینٹ چڑھایا جاتا ہے، اس کو ملکیت اور وراثت کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس پر نکاح کے بڑے سخت قوانین مسلط کیے جاتے ہیں جن کے مطابق وہ اپنی رضا اور پسند کے بغیر ایک مرد کے حوالے کی جاتی ہے، اور پھر زندگی کی آخری سانس تک اس کی ملکیت سے کسی حال میں نکل نہیں سکتی، اس کو یہودیوں، اور یونانیوں کی طرح گناہ اور اخلاقی و روحانی پستی کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا، اور اس کی مستقل شخصیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جاتا تھا، تو دوسری طرف جب اس پر مہر کی نگاہ ہوتی ہے تو اسے بھی خواہشات کا کھلونا بنا لیا جاتا تھا وہ مرد کے اعصاب پر سوار ہو جاتی ہے اور ایسے سوار ہوتی

ہے کہ خود بھی ڈوبتی ہے اور ساری قوم کو بھی لے ڈوبتی ہے۔

ہم نے مختصر طور پر مختلف ادوار کی تہذیب وتمدن کی علمبردار اقوام کے حالات آپ کے سامنے رکھے، ہمیں نہ ان اقوام کی تاریخ سے دلچسپی ہے اور نہ ہی ان کے کارناموں سے، کیونکہ وہ قومیں اپنی تعلیمات اور غیر متوازن نظریات کے ساتھ فنا ہوگئیں، اور ان سب کے بعد مذہب اسلام نے جو تعلیمات اہل دنیا کو دیں، اور جس روش پر لے کر یہ مذہب چلا، تو تجربات شاہد ہیں کہ دنیا نے امین وامان کا منہ دیکھا، جب اسلام عالم عرب کی حدود سے نکل کر اقوام عالم میں پھیلنا شروع ہوا، اور جس علاقے اور خطے میں بھی پہنچا فطرت کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے ہر ایک ملک کے باشندوں کے موافق آیا، ہر جگہ کے تمدن پر اس نے غلبہ پایا، ہر ایک کے علوم وفنون کی سرپرستی فرمائی، ذرہ برابر عقل سلیم اور فطرتِ سلیمہ رکھنے والوں نے دل کھول کر اسلام قبول کیا، اور اسلامی تہذیب نے ہر علاقے اور ہر خطے کو منور کیا۔

اسلام اور مغرب: جوں جوں زمانہ ترقی کرتا رہا اسلام مخالف سرگرمیوں میں بھی اضافہ اور نت نئے طریقے ایجاد ہوتے رہے، مغرب نے اسلام کے ہر اس نظریہ کو مٹانے اور داغدار کرنے کی پوری کوشش کی، جس کے زیر اثر ایک صحت مند انسانیت سانس لے رہی تھی۔ یورپ نے اسلامی نظریات وتعلیمات کے مقابل اپنی غیر متوازن نظریات کو لاکھڑا کیا، اس کی ظاہری چمک دمک دکھا کر سادہ دل انسانوں کو پھانسنے کی بھرپور کوشش کی۔ اور دوررس منفی نتائج سے بے خبر جدید تہذیب کے بہاؤ میں بہتے چلے گئے۔ اس تہذیب سے جتنا نقصان عورت ذات کو پہنچا کسی اور کو نہیں پہنچا۔ عورت کو گھروں سے نکال کر عام شاہراہوں پر نمائش کیلئے لاکھڑا کیا، اسلام نے اس کے برعکس اس کو عزت ومقام دیا۔

خیر! یہ بحث تو ہم بعد میں کریں گے، اس سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ مغربی تہذیب کے نظریات اور اس کے بنیادی عناصر، اس کا عروج وزوال، اور اس کے ماننے والوں کے خیالات آپ کے سامنے رکھیں۔

مغربی تہذیب کے بنیادی عناصر

وہ نظریات جن پر نئی مغربی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ہم اس کو تین عنوانوں کے تحت تقسیم کرتے ہیں:

(۱) عورتوں اور مردوں میں مساوات　(۲) عورتوں کا معاشی استقلال　(۳) مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط

مساوات

مساوات کے یہ معنی لئے گئے کہ عورت اور مرد نہ صرف اخلاقی مرتبہ، اور انسانی حقوق میں مساوی ہوں؛ بلکہ تمدنی زندگی میں عورت وہی کام کرے جو مرد کرتے ہیں، اور اخلاقی بندشیں عورت کیلئے بھی اسی طرح ڈھیلی کردی جائیں جس طرح مرد کیلئے پہلے سے ڈھیلی ہیں۔ مساوات کے اس غلط تخیل نے عورت کو اس کے ان فطری وظائف سے غافل اور منحرف کردیا، جن کی بجا آوری پر تمدن کی بقاء بلکہ نوع انسانی کی بقاء کا انحصار ہے۔ مغرب کے اس بنیادی نظریئے نے جو تباہی پھیلائی، اور اس کے تناظر میں جن سنگین برائیوں نے جنم لیا وہ دنیا کے سامنے ہے۔

حیاتیاتی تضاد

اسلام کی نظر میں عورت و مرد دونوں برابر نہیں ہیں، ہر ایک کا دائرۂ عمل شریعت نے الگ الگ مقرر کیا ہے، اور ماضی قریب تک اسی اصول پر دنیا قائم رہی، مگر جب سائنسی دور شروع ہوا تو اس اصول کا بہت مذاق اڑایا گیا، اور اس کو دور جہالت کی یادگار قرار دیا گیا، چنانچہ ساری دنیا میں اور خاص طور سے مغرب میں اس اصول پر ایک نئی سوسائٹی ابھرنا شروع ہوئی، مگر طویل تجربے نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ مرد اور عورت دونوں پیدائشی طور پر یکساں نہیں ہیں، اس لئے دونوں کو یکساں فرض کر کے جو سماج اور معاشرہ بنایا جائے وہ لازمی طور پر بے شمار خرابیاں پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔

پہلی بات آپ یہ سمجھ لیں کہ عورت اور مرد میں فطری صلاحیتوں کے زبردست نوعی اختلافات ہیں، اس لئے دونوں کو مساوی حیثیت دینا اپنے اندر ایک حیاتیاتی تضاد رکھتا ہے، ڈاکٹر الکس کیرل، عورت اور مرد کے فعلیاتی (Physiological) فرق کو بتاتے ہوئے لکھتا ہے:

"مرد اور عورت کا فرق محض جنسی اعضاء کی خاص شکل، رحم کی موجودگی، حمل یا طریقۂ تعلیم ہی کی وجہ سے نہیں ہے؛ بلکہ یہ اختلافات بنیادی قسم کے ہیں، خود نسیجوں کی بناوٹ اور پورے نظام جسمانی کے اندر خاص کیمیائی مادے جو خصیۃ الرحم سے مترشح ہوتے ہیں، ان اختلافات کا حقیقی باعث ہیں، صنف نازک کے ترقی کے حامی ان بنیادی حقیقتوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جنسوں کو ایک ہی قسم کی تعلیم، ایک ہی قسم کے اختیارات، اور ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں ملنی چاہئیں، حقیقت یہ ہے کہ عورت، مرد سے بالکل ہی مختلف ہے، اس کے جسم کے ہر ایک خلیے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے، اس کے اعضاء اور سب سے بڑھ کر اس کے اعصابی نظام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے، فعلیاتی قوانین (Physiological laws) اتنے ہی اٹل ہیں، جتنے کہ فلکیات (Sidereal world) کے قوانین اٹل ہیں، انسانی آرزوؤں سے نہیں بدلا جاتا، ہم ان کو اسی طرح ماننے پر مجبور ہیں، جس طرح وہ پائے جاتے ہیں، عورتوں کو چاہئے کہ اپنی فطرت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ترقی دیں، اور مردوں کی نقالی کی کوشش نہ کریں۔" (Manthe unknown, P.93.)

مغرب میں اسی نظریے نے خاندان کا نظام، جو تمدن کا سنگ بنیاد ہے، بری طرح منتشر کردیا ہے، مساوات کے اس غلط تخیل نے عورتوں اور مردوں کے درمیان بداخلاقی میں مساوات قائم کردی ہے۔ وہ بے حیائیاں جو کبھی مردوں کے لئے بھی شرمناک تھیں، اب وہ عورتوں تک کیلئے شرمناک نہیں رہیں۔

عورتوں کا معاشی استقلال اور اس کے نتائج

عورت کے معاشی استقلال نے اس کو مرد سے بے نیاز کردیا ہے، وہ قدیم اصول کہ مرد کمائے اور عورت گھر

کا انتظام کرے، اب اس نئے قاعدے سے بدل گیا کہ عورت اور مرد دونوں کمائیں اور گھر کا انتظام بازار کے سپرد کر دیا جائے۔ اس انقلاب کے بعد دونوں کی زندگی میں بجز ایک شہوانی تعلق کے اور کوئی ایسا ربط باقی نہیں رہا جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہونے پر مجبور کرتا ہو۔ یہ تجربہ ہے کہ جو عورت اپنی روٹی آپ کماتی ہے وہ اپنی تمام ضروریات کی خود کفیل ہے، اپنی زندگی میں دوسرے کی حفاظت اور اعانت کی محتاج نہیں ہے، وہ آخر محض اپنی شہوانی خواہش کی تسکین کے لئے کیوں ایک خاندان کی ذمہ داری کا بار اٹھائے؟ خصوصاً جبکہ اخلاقی مساوات کے تخیل نے اس راہ سے وہ تمام رکاوٹیں بھی دور کر دی ہوں جو اسے آزاد شہوت رانی کا طریقہ اختیار کرنے میں پیش آسکتی تھیں۔

یہ وہ چیز ہے جس نے مغربی معاشرت کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں، آج ہر ملک میں لاکھوں ۔وان عورتیں تجرد پسند ہیں، جن کی زندگیاں آزاد شہوت رانی میں بسر ہو رہی ہیں۔ منع حمل، اسقاط، قتل اولاد، شرح پیدائش کی کمی، اور ناجائز ولادتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد بڑی حد تک اسی سبب کی رہین منت ہے، بدکاری، بے حیائی، اور امراضِ خبیثہ کی ترقی میں بھی اس کیفیت کا بڑا دخل ہے۔

مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط

مغربی معاشرت کی تیسری بنیادی فکر مرد وعورت کا آزادانہ اختلاط ہے۔ یہ نظریہ آندھی اور طوفان کی طرح اقوامِ عالم میں پھیل رہا ہے، تباہی اور بربادی اس آواز کا مقدر ہے۔ مقامی روایات اور تہذیب کو اس نظریہ کی بدولت بھینٹ چڑھنا پڑا۔ نئی نسل ذہنی طور سے مفلوج اور قوت و ارادہ سے کھوکھلی ہو کر رہ گئی ہے۔ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط نے عورتوں میں حسن کی نمائش، عریانیت، اور فواحش کو غیر معمولی ترقی دے رہی ہے۔ حسن و جمال کی یہ نمائش رفتہ رفتہ تمام حدود کو توڑتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ برہنگی کی آخری حد کو پہنچ کر ہی دم لیتی ہے۔ اس وقت مغربی تہذیب میں صنف مقابل کیلئے مقناطیس بننے کی خواہش عورت میں اتنی بڑھ گئی ہے، اور اتنی بڑھتی چلی جارہی ہے کہ شوخ و شنگ لباسوں، غازوں اور سرخیوں اور بناؤ سنگھار کے نت نئے سامانوں سے اس کی تسکین نہیں ہوتی۔ بے چاری تنگ آکر اپنے کپڑوں سے باہر نکل پڑتی ہے۔ یہ گھن بڑی تیزی سے مغربی قوموں کی قوتِ حیات کو کھا رہا ہے۔ یہ گھن لگنے کے بعد آج تک کوئی قوم نہیں بچی، ایسے ماحول میں خصوصاً ان کی جوان نسلوں کو وہ ٹھنڈی اور پرسکون فضا میسر ہی کہاں آسکتی ہے جو ان کی ذہنی اور اخلاقی قوتوں کے نشوونما کیلئے ناگزیر ہے۔

فلکیاتی قوانین کی مخالفت

یہ جیتی جاگتی صداقت ہے کہ جس قوم نے بھی طبیعی اور فلکیاتی قوانین کو تسلیم نہیں کیا ہے، اور ان کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے تو اس قوم کے تمدن کے اندر زبردست خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ مثال کے طور پر مغرب نے طبیعی اور فلکیاتی قوانین کو چھوڑ کر ''مساوات'' جیسے کمزور اور بے بنیاد فلسفے کی بنیاد ڈالی، اس کے برے نتائج ہم گذشتہ سطروں میں

مختصر طور سے بیان کر آئے ہیں۔ پھر اس غلط فلسفے کی وجہ سے دونوں صنفوں کے درمیان جو آزادانہ اختلاط پیدا ہوا ہے اس نے جدید سوسائٹی میں نہ صرف عصمت کا وجود باقی نہیں رکھا، بلکہ ساری نوجوان نسل کو طرح طرح کی اخلاقی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے، آج مغربی زندگی میں یہ بات عام ہے کہ ایک غیر شادی شدہ لڑکی ڈاکٹر کے کمرے میں داخل ہوتی ہے، اس کو سر درد اور بے خوابی کی شکایت ہے، وہ کچھ دیر اپنی ان تکالیف پر گفتگو کرتی ہے، اس کے بعد ایک مرد کا ذکر کرتی ہے جس سے وہ ابھی جلد ہی ملی تھی، اتنے میں ڈاکٹر محسوس کرتا ہے کہ وہ کچھ رک رہی ہے، تجربہ کار ڈاکٹر اس کی بات سمجھ کر آگے بات شروع کر دیتا ہے۔

(Well, then he asked you to his flat. What did you say?)

لڑکی جواب دیتی ہے:

"How did you know? I was just going to tell you that"

اسکے بعد لڑکی جو کچھ کہتی ہے، اس کو ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں، چنانچہ علمائے جدید خود بھی اس تلخ تجربے کے بعد اس نتیجے میں پہنچے ہیں کہ آزادانہ اختلاط کے بعد عصمت و عفت کا تحفظ ایک بے معنی بات ہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں ایک مغربی ڈاکٹر کے احساسات ملاحظہ فرمایئے وہ لکھتا ہے:

"There can come a moment between a man and a woman when control an judgement are impossible"

یعنی اجنبی مرد اور عورت جب باہم آزادانہ مل رہے ہوں تو ایک وقت ایسا آجاتا ہے، جب فیصلہ کرنا اور قابو رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کی خرابیوں کو مغرب کے دردمند او ادشدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ یورپ کی ایک مشہور خاتون ڈاکٹر میرین ہیلرڈ نے آزادانہ اختلاط کے خلاف خت ‌مون لکھا، وہ کہتی ہیں:

"As a doctor, i dont believe there is such a thing as platonic relationship between a man and a woman who are alone together a good deal"

یعنی بحیثیت ڈاکٹر میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ عورت اور مرد کے درمیان بے ضرر تعلقات بھی ممکن ہے، مگر اس کے باوجود یہی خاتون ڈاکٹر لکھتی ہیں:

''میں اتنی غیر حقیقت پسند نہیں ہو سکتی کہ یہ مشورہ دوں کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کا بوسہ لینا چھوڑ دیں، مگر اکثر مائیں اپنی لڑکیوں کو اس سے آگاہ نہیں کرتیں کہ بوسہ صرف اشتہا پیدا کرتا ہے نہ کہ وہ جذبات کو تسکین دیتا ہے۔'' (ایڈرز ڈائجسٹ، دسمبر ۱۹۵۷ء)

خاتون ڈاکٹر یہ کہہ کر بالواسطہ طور پر خدائی قانون کو تسلیم کرتی ہے، کہ آزادانہ اختلاط کے ابتدائی مظاہر جو مغربی زندگی میں نہایت عام ہیں، وہ جذبات میں ٹھیراؤ پیدا نہیں کرتے، بلکہ اشتہا کو بڑھا کر مزید تسکین نفس کی طرف ڈھکیلتے ہیں، اور بالآخر انتہائی جنسی جرائم تک پہنچا دیتے ہیں، مگر اس کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس محرک شیطنت کو کس طرح حرام قرار دے۔

مخلوط تعلیم

عصر جدید میں آزادانہ اختلاط کو فروغ دینے کیلئے ایک بہت بڑا محرک مخلوط تعلیم بھی ہے، ایسی تعلیم گاہوں میں جذبات کو بھڑکانے کیلئے ایک پورا آتش خانہ موجود ہوتا ہے، اور ان کے بڑھتے ہوئے جذبات کی تسکین کیلئے ہر قسم کا سامان بھی کسی وقت کے بغیر فراہم ہو جاتا ہے، جس ہیجانِ جذبات کی ابتدا بچپن میں ہوئی تھی یہاں پہنچ کر اس کی تکمیل ہو جاتی ہے، بدترین، فحش لٹریچر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے زیر مطالعہ رہتا ہے، عشقیہ افسانے، نام نہاد آرٹ کے رسالے، صنفی مسائل پر نہایت گندی کتابیں، اور منع حمل کی معلومات فراہم کرنے والے مضامین، یہ ہیں وہ چیزیں جو عنفوانِ شباب میں، مدرسوں، کالجوں کے طالبین و طالبات کے لئے سب سے زیادہ جاذبِ نظر ہوتی ہیں۔

مشہور امریکن مصنف ہینڈرچ فان لون (Hendrich fan loon) کہتا ہے کہ:

"یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے، گندگی، فحش اور بیہودگی کا بدترین مجموعہ ہے جو کسی زمانہ میں اس قدر آزادی کے ساتھ پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔ اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں، دونوں صنفوں کے جوان افراد ان پر نہایت آزادی، اور بے باکی سے مباحثے کرتے ہیں، اور اس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں مل کر Petting parties کے لئے نکلتے ہیں، جن میں شراب و سگریٹ کا استعمال خوب آزادی سے ہوتا ہے، اور ناچ رنگ سے پورا لطف اٹھایا جاتا ہے۔" (Howican gat marriod)

اسلام کا نقطہ نظر

اسلام میں عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ انکی تعلیم و تربیت کو اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے، رسول اللہ...... سے جس طرح دین و اخلاق کی تعلیم مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی حاصل کرتی تھیں، آپ نے ان کیلئے اوقات متعین فرما دیئے تھے جن میں وہ آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتی تھیں، آپ کی ازواج مطہرات اور خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلمہ تھیں، اور بڑے بڑے صحابہ و تابعین ان سے حدیث، تفسیر، فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے، اشراف تو درکنار نبیؐ نے لونڈیوں تک کو علم و ادب سکھانے کا حکم دیا، چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے:

ایّما رجل کانت عنده ولیدة فعلّمها فأحسن تعلیمها و أدّبها فأحسن تأدیبها ثم

أعتقها و تزوّجها فلهٗ أجران. (بخاری شریف، کتاب النکاح)

(جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کو خوب تعلیم دے، اور عمدہ تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرے اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔)

پس جہاں تک نفس تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے۔ البتہ نوعیت میں فرق ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کی صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اس کو ایک بہترین بیوی، بہترین ماں، اور بہترین گھر والی بنائے۔ اس کا دائرۂ عمل گھر ہے، اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان علوم کی تعلیم دی جانی چاہیے جو اس دائرہ میں اسے زیادہ مفید بنا سکتے ہیں، مزید برآں وہ علوم بھی اس کے لئے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنانے والے اور اس کے اخلاق کو سنوارنے والے اور اس کی نظر کو وسیع کرنے والے ہیں۔ ایسے علوم اور ایسی تربیت سے آراستہ ہونا ہر مسلمان عورت کے لئے لازم ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی عورت غیر معمولی عقلی و ذہنی استعداد رکھتی ہو، اور ان علوم کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرنا چاہے تو اسلام اس کی راہ میں مزاحم نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کیلئے مقرر کیے ہیں۔

تہذیبِ نو اور مغربی خواتین کی سوچ

ہم نے آپ کے سامنے مغربی تہذیب کی بنیادی فکر رکھی، ان کے برے نتائج آپ کے سامنے آئے، مغرب کی ان ہی بنیادی سوچوں سے بے شمار خرابیوں نے جنم لیا، جنھوں نے عورت ذات پر اس کی عزت و عظمت کے سارے دروازے بند کر دیئے، اور اس کو ایسے گندے ماحول میں قید کر دیا، جس کے اثرات اس کی نسل کو بغاوت پر آمادہ کرتے ہیں، عورتوں کے ناموس کو تباہ کر دیا گیا، اس کو بے حیائی، بے شرمی کا اڈہ بنا دیا گیا، عورت کو اس مقام تک لانے کیلئے ''آزادیٔ نسواں'' جیسے پرفریب و خوبصورت نعرے دیئے گئے۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ دنیا کبھی بھی عقل اور فہم رکھنے والوں سے خالی نہیں رہی۔ دور اندیش نتائج کے مشاہدہ کے بعد خواتین اس تہذیب سے تنفر کا اظہار کر رہی ہیں، اور مغرب کی اس تحریک کو عورت کے ساتھ بغاوت قرار دے رہی ہیں، چنانچہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے چند خواتین نے کہا کہ اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ: "Women copying men, an exerciseein which woman hood has naintrensic valve" (ترجمان دیوبند، اکتوبر، نومبر ۲۰۰۵ء)

''عورتیں مردوں کی نقالی کریں، اور یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں نسوانیت کی اپنی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔''

مسئلہ حجاب: اسلام اور مغرب کے درمیان

مغرب کے بنیادی افکار سے جنم لینے والے مسائل بہت زیادہ ہیں، بعض کو ہم آپ کے سامنے رکھ چکے ہیں، حجاب بھی ایک ایسا ہی مسئلہ ہے، مغرب نے یہ رجحان پیدا کر کے خواتین کو اپنی ہی صنف کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا۔

ہے، یہ وہ عمل ہے جس نے خواتین سے ان کی نسوانیت چھین لی ہے۔ یورپ نے پردہ اور نقاب کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھا، اپنے لٹریچر میں اس کی نہایت گھناؤنی اور مضحکہ انگیز تصویریں کھنچیں، اسلام کے عیوب کی فہرست میں عورتوں کی ''قید'' کو نمایاں جگہ دی۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ سب مسائل ''مساوات اور آزادی'' جیسے عنوانات سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہر طرف بے حیائی، اور بے شرمی گشت کر رہی ہے، جو لائق بیان نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کے تحفظ و عصمت کا جو تصور دیا اور اس کیلئے جن اصول وضوابط کا انتخاب کیا وہ آج بھی اور قیامت تک ہر قوم کے لئے، ہر میدان میں باعث امن وامان ہیں۔

شرعی ہدایات

شریعت اسلامیہ نے دونوں صنفوں کو ایسے متوازن احکامات دیئے ہیں جو کمی بیشی کو قبول نہیں کرتے۔ اگر کوئی بھی صنف اپنے اس دائرہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہے تو اس کو ندامت اور شرمندگی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ قرآن کریم میں پردہ، عفت وعصمت کے تاکیدی احکام، اغیار کے سامنے اظہار زینت کی ممانعت، غضِ بصر کے متعلق خاصی مقدار میں احکامات موجود ہیں، ہم یہاں سورۂ ''نور'' کی ایک جامع آیت کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں جو مذکورہ بالا تمام احکام کے علاوہ دیگر احکامات پر بھی مشتمل ہے:

''اور کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں، اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو، اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اُس میں سے اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر، اور نہ کھولیں اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے، یا اپنے باپ کے، یا اپنے خاوند کے باپ کے، یا اپنے بیٹے کے، یا اپنے خاوند کے بیٹے کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنے ہاتھ کے مال کے، یا کاروبار کرنے والوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے جنھوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو، اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگار اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔'' (ترجمہ شیخ الہند)

عورت کا دائرۂ عمل

شریعت اسلامیہ نے مرد وعورت کیلئے الگ الگ دائرۂ عمل طے کر دیا ہے، کسب مال کی ذمہ داری مرد کے سر رکھی، اور گھر کا انتظام عورت سے متعلق رکھا، حدیث شریف میں آپ...... کا ارشاد ہے: المرأة راعية على بيت زوجها، وهي مسئولة (بخاری شریف: باب قوا انفسكم واهليكم نارًا)

(عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمراں ہے، اور وہی اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لئے جواب دہ ہے۔)

اس کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا جو بیرونِ خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں، مثلاً نمازِ جمعہ، جہاد، جنازہ میں شرکت، عورت کے لئے ضروری نہیں، نیز شریعت نے اس کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت بھی نہیں

دی۔اس کے علاوہ اسلام نے جو نظریۂ حجاب عورتوں کو دیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ان کے تحفظ کا واحد ذریعہ یہی ہے، اس سے ان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے، عورتوں کو کھلے چہروں کے ساتھ باہر پھرنے کی عام اجازت دینا ان مقاصد کے بالکل خلاف ہے، جن کو اسلام اس قدر اہمیت دے رہا ہے۔ایک انسان کو دوسرے انسان کی چیز جو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہرہ ہی تو ہے، نگاہوں کو سب سے زیادہ وہی کھینچتا ہے، جذبات کو سب سے زیادہ وہی اپیل کرتا ہے۔آپ کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ صنفی تحریک میں جسم کی ساری زینتوں سے زیادہ حصہ اس فطری زینت کا ہے جو اللہ نے چہرے کی ساخت میں رکھی ہے۔

نشوونما

مغرب نے ایک ظالمانہ اجتماعی نظام ''آزادی'' کے عنوان سے اہل دنیا کو دیا، لیکن یہ تاریخی صداقت ہے کہ جن لوگوں نے ابتداءً اس نظام کو پیش کیا وہ خود بھی اس کے منطقی نتائج سے آگاہ نہ تھے، شاید ان کی روح کانپ اٹھتی اگر ان کے سامنے وہ نتائج متمثل ہو کر آجاتے جن پر ایسی بے قید اباحت اور ایسی خود سرانہ انفرادیت لازماً منتہی ہونے والی تھی۔ بالآخر اس تصور نے مغربی ذہن میں جڑ پکڑلی اور نشوونما پانا شروع کردیا۔

ایک انگریز مصنف ''جارج رائیلی اسکاٹ'' اپنی کتاب ''تاریخ الفحشاء'' (A history of prostitution) میں ایک جگہ عورتوں اور خصوصاً والدین کو ان حالات کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ: ''عورتوں کی آزادی کا بھی ان حالات کی پیدائش میں بہت کچھ دخل ہے۔گذشتہ چند سالوں میں لڑکیوں پر سے والدین کی حفاظت اور نگرانی اس حد تک کم ہوگئی ہے کہ تیس یا چالیس سال قبل لڑکوں کو بھی اتنی آزادی حاصل نہ تھی جتنی اب لڑکیوں کو حاصل ہے''

تین محرّکات

یہ تو جارج صاحب کا اپنا خیال تھا، لیکن ہماری نظر ایک امریکن رسالے پر جاتی ہے، وہ اس بداخلاقی کیلئے تین اسباب کو ذمہ دار مانتا ہے، چنانچہ رسالہ لکھتا ہے:

''تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھاگئی ہے۔اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا جارہا ہے۔متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو بھڑکاتی ہی نہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس، اور بسا اوقات ان کی برہنگی، اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال، اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔یہ تین چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں۔''

اپنی پستی اور یورپ کی ترقی

اس قدر بحث کے بعد یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ یہ تحریک مغرب سے اٹھی، اور وہیں جوان ہوئی،

لیکن اس کا امنڈتا سیلاب دوسرے خطوں میں بسنے والی مسلم اقوام کو کیوں بہا لے گیا؟ یا انھوں نے اس ذہنی غلامی کو کیوں قبول کیا؟ اس کا جواب تاریخ میں محفوظ ہے کہ اٹھارویں صدی کا آخری اور انیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ تھا جب مغربی قوموں کا ملک گیری کا سیلاب ایک طوفان کی طرح اسلامی ممالک پر امنڈ آیا، انیسویں صدی کے نصف آخر تک پہنچتے پہنچتے بیشتر مسلمان قومیں یورپ کی غلام ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں کا قومی غرور دفعتہً خاک میں مل گیا گویا نشہ اتر گیا تھا، مگر توازن ابھی تک بگڑا ہوا تھا، ایک طرف ذلت کا شدید احساس تھا جو اس حالت کو بدل دینے پر اصرار کر رہا تھا، دوسری طرف صدیوں کی آرام طلبی اور سہولت پسندی تھی جو تبدیلی حالت کا سب سے آسان اور سب سے زیادہ قریب کا راستہ ڈھونڈنا چاہتی تھی، تیسری طرف سمجھ بوجھ اور غور وفکر کی زنگ خوردہ قوتیں تھیں جن سے کام لینے کی عادت سالہا سال سے چھوٹی ہوئی تھی۔ ان سب پر مزید وہ مرعوبیت اور دہشت زدگی تھی جو ہر شکست خوردہ غلام قوم میں فطرۃً پیدا ہو جاتی ہے، ان مختلف اسباب نے مل جل کر اصلاح پسند مسلمانوں کو بہت سی عقلی وعملی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا، ان میں سے اکثر تو اپنی پستی اور یورپ کی ترقی کے اسباب سمجھ ہی نہ سکے، اور جنھوں نے ان کو سمجھا ان میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ ترقی کے دشوار گذار راستوں کو اختیار کرتے، مرعوبیت اس پر مستزاد تھی، اس بگڑی ذہنیت کے ساتھ ترقی کا سہل ترین راستہ جو اُن کو نظر آیا وہ یہ تھا کہ مغربی تہذیب وتمدن کے مظاہر کا عکس اپنی زندگی میں اُتار لیں، اور اُس آئینہ کی طرح بن جائیں جس کے اندر باغ وبہار کے مناظر تو موجود ہوں مگر درحقیقت نہ باغ ہو، نہ بہار۔

یہی بحرانی کیفیت کا زمانہ تھا، جس میں مغربی لباس، مغربی معاشرت، مغربی آداب واطوار، حتی کہ چال ڈھال، اور بول چال تک میں مغربی طریقوں کی نقل اتاری گئی۔ اخلاق، معاشرت، معیشت، سیاست، قانون، شائستگی حتیٰ کہ مذہبی عقائد اور عبادات کے متعلق بھی جتنے مغربی نظریات یا عملیات تھے، ان کو کسی تنقید اور کسی فہم وتدبر کے بغیر اس طرح تسلیم کر لیا گیا کہ گویا وہ آسمان سے اتری ہوئی وحی ہیں جس پر "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

ہم نے مختلف تہذیبوں کا مختصراً تعارف کرایا ہے۔ اور اسلامی نظریات کو پیش کر کے ہر مکتب فکر کے اہل علم حضرات کو تقابلی مطالعہ اور تقابلی مشاہدہ کی دعوت دی ہے۔ ہماری درخواست ہے کہ غیر جانبدارانہ فیصلہ کریں، اور نئی نسل کو ایک صالح معاشرہ دیں۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پڑوسی کے حقوق' احکام وتعلیمات اور ایذاء رسانی سے اجتناب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فعن عائشةؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه (بخاری ومسلم)۔

ترجمہ: '' حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔''

ہمسایہ کا حق:

قرآن وحدیث نے جس زور شور سے انسانی حقوق کو انسان ہونے کے ناطے ایک دوسرے پر لازم قرار دیا ہے' مثلاً اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ' پیغمبر انقلاب ﷺ کا حق ادا کرنا' والدین کے حقوق کی ادائیگی اعزہ واقارب کا حق اور دیگر بے شمار انواع کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی جارہی ہے' وہاں انسانی حیثیت سے ہمسایہ کا حق بھی ادا کرنا ایک اہم انسانی فریضہ ہے۔ اس اسلامی سلوک کے لئے یہ ضروری نہیں کہ پڑوسی آپ کا رشتہ دار ہو' بلکہ اپنا ہو یا غیر ہو۔ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو۔

پڑوسی کو اذیت پہنچانا بڑا جرم ہے:

آپ اس سے آشنا ہوں یا غیر آشنا' غریب ہو یا مالدار' اونچے طبقہ سے تعلق رکھتا ہو یا معمولی طبقہ سے' ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے میں سب برابر ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کو اسلام نے بڑی اہمیت دے کر پڑوسی کو اذیت اور تکلیف دینے کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے' کاش اگر موجودہ دور کے مسلمان اسلامی حدود وقیود میں رہتے ہوئے اپنے اپنے حقوق وفرائض کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان پر عمل کرتے تو قدم قدم پر مشکلات ودپریشانیوں کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔ آج باپ بیٹے سے نالاں' بیٹا باپ سے متنفر' بھائی بھائی کا دشمن' پڑوسی اپنے گھر سے متصل رہنے والے پڑوسی کے جان کے درپے' ایک عجیب وغریب نفرت ووحشت اور افراتفری کا عالم۔

اسوۂ نبوی سے بُعد کے مضرات

وقت کے محقق ودانشور کہلوانے والے اس لایعنی بے چینی اور نفانفسی کی وجوہات تلاش کرنے میں اپنے وقت کا ضیاع کر کے ہر ایک نت نئے انداز سے علاج تلاش کرنے میں مصروف ہے، مگر اس بربادی اور بے راہ روی کا وہ علاج اور تشخیص جو سرکار دو عالم ﷺ کے اسوہ اور زندگی میں انتہائی کمال واحسن طریقہ سے موجود ہے اس کی طرف توجہ اور اس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ غافل ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ آج امت مسلمہ اپنے پیغمبرؐ کے بتائے ہوئے اسلام کے جامع وکامل، حسن وخوبیوں سے بھرپور، عقائد، عبادات معاملات معاشرہ اور حسن اخلاق کے زرین اصولوں سے کوسوں دور ہٹ چکی ہے اور یہی اعراض اور پہلو تہی ہماری خطرناک بربادی وتباہی کی علامت ہے۔

دین متین کی حقیقت:

کئی خطبات میں عرض کر چکا ہوں کہ دین متین صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ یہ مجموعہ ہے عبادات، معاملات، معاشیات، اخلاق ومعاشرت اور حقوق العباد جیسے اہم احکامات اور ان پر عمل کرنے کا، اگر ہم نے بھی دین حقہ اور دنیا کے حسین امتزاج میں لادین عناصر کے پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر دین ودنیا میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی تو پھر تباہی اور بربادی کا راستہ گویا ہم اختیار کر کے اس کے ذمہ دار بھی ہم خود ٹھہریں گے۔ آج الحاد وزندقہ سے بھرپور عالم میں جو گھپ اندھیرا ہے اس طوفان سے مسلمان بھی بری طرح سے متاثر ہو کر ذلت وخواری اور ہزیمت کے اندھے گھڑے میں گر رہے ہیں۔ یہ سزا ہمارے اس لاپرواہی کی ہے کہ ہم نے اسلام کے دیئے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے واضح احکامات کو پس پشت ڈال دیا ہے، ساری دنیا ظلم وزیادتی کی بھٹی بن چکی ہے۔ حق تلفی، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، ملاوٹ کرپشن ہر چیز میں دو نمبری۔ ایسا لگتا ہے کہ آج کے انسان کو یہ علم ہی نہیں کہ ہر انسان کے دوسرے انسان پر کچھ حقوق ہیں، بلکہ جو انسان کسی دوسرے کے حقوق کو دبانے اور قبضہ کرنے کا جتنا ماہر ہو آج کی دنیا اسے تیز وطرار وعقل مند کے نام سے پکارتی ہے۔

اسلامی احکام پر عمل کے برکات:

اسلامی تاریخ گواہ ہے جہاں اسلام پر عمل ہوا، اسلامی تعلیمات کو اپنایا گیا، وہاں کسی قسم کی پریشانی نہ رہی۔ فحشاء اور منکرات ختم ہو کر کسی کو یہ خوف نہ رہا کہ کوئی میرے حق پر ڈاکہ ڈال کر مجھے اپنے حق سے محروم کر دے گا۔ دریا، زمین، آسمان اور پہاڑ بھی مسخر ہو کر مسلمانوں کے حکم کے تابع ہو گئے۔ پھر پڑوسی کو گھر کے قریب رہنے والے پڑوسی کے سلسلے میں خدشات باقی نہ رہے، امن وسلامتی کا دور دورہ اور صلح وآشتی کے انوار وبرکات سے پورا خطہ ایمان وشریعت کی ہواؤں سے معطر ہوا۔ اپنے گھر اور دکان سے کسی ضرورت کے لئے نکلنے والے کو کبھی یہ خطرہ نہ ہوتا کہ میری غیر موجودگی میں میرے قریب رہنے والے ہی میرے املاک کا تیاپانچا کر دیں گے۔ حفاظت، امانت اور دیانت کے اس عظیم منصب

پر تب مسلمان فائز ہوگا کہ مالک کائنات جل جلالہ اور اس کے محبوب ﷺ نے جن چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے' اس پر عمل کیا جائے اور جن اعمال بد سے اجتناب کرنے کا فرمایا اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

پڑوسن خاتون کا قصہ:

ہمارے مذہب نے ان احکام پہ رزور اور شدت سے عمل کرنے کا حکم دیا ہے جن کا تعلق حقوق العباد اور آپس کے معاملات سے ہے' حقوق و معاملات میں انسان کا اکثر و بیشتر پڑوسی سے واسطہ رہتا ہے' یہی وجہ ہے کہ رحمة للعالمینؐ نے ان امور میں احتیاط اور آداب جوار پر بار بار زور فرمایا۔

ارشاد نبوی ہے: عن ابی هريرةؓ قال قال رجل يارسول الله ﷺ ان فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها وصدقتها غير انها تؤذى جيرانها بلسانها قال هى فى النار قال يارسول الله فان فلانة تذكر قلة صيامها وصدقتها وصلاتها وانها تصدق باالاثوار من الاقط ولاتؤذى بلسانها جيرانها قال هى فى الجنة (رواه احمد)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ فلاں عورت کی بہت نمازیں' روزے اور کثرت سے صدقات کرنے میں بہت شہرت ہے۔ لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف پہونچاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ اس شخص نے پھر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ فلاں عورت کہ وہ بہت کم روزے رکھتی ہے' اور کم صدقہ' خیرات کرتی ہے' اس کا صدقہ و خیرات قروط کے چند ٹکڑوں سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نمازیں بھی بہت تھوڑی پڑھتی ہے۔ لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہونچاتی' رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت جنت میں داخل ہوگی۔''

کتنی اہمیت ہے اسلام میں حقوق العباد کی کہ ایک عورت فرائض کے علاوہ بہت زیادہ نوافل' نماز' صدقات اور روزے رکھ رہی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان درازی و لعن و طعن کیوجہ سے اپنے قریبی رہنے والوں کو تکلیف کا باعث بھی بنتی ہے۔ تو اس کی یہ عبادات اس جسم کی طرح ہوئے جس میں روح نہ ہو' اس کے یہ معمولات اس جرم کے مقابلہ میں کہ پڑوسی اس سے بے چین و نالاں ہیں اور ان کی حق تلفی ہو رہی ہے عنداللہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے نہ یہ جنت میں داخلہ و ثواب کے حصول کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ بلکہ اس پڑوسی کو زبان سے تکلیف دینے والا جرم اس کی عبادات کے مقابلہ سنگینی کی وجہ سے جہنم میں داخلہ کا سبب بن جائے گا۔

ایذاء و معاصی سے اجتناب:

اس کے مقابلہ وہ شخص یا عورت جو فرائض و واجبات ادا کرنے کے ساتھ نفلی عبادات کو کم مقدار میں ادا کرنے کے ساتھ اپنے پڑوس کے لئے باعث رحمت بن کر ان کو تکلیف و اذیت پہونچانے سے پرہیز کرتا ہے۔ حضورؐ نے اسے

جنت کی بشارت سنادی' کیونکہ پڑوسی کے راحت وسکون کا رعایت کرنا دین کے نظر میں فرض ولازم ہے' ایک انسان اگر بے شمار عبادات اور نوافل میں مشغول رہ کر گناہ وترک واجبات سے احتراز نہ کرے' اس کے اعمال ضائع اور اسے کوئی خاص فائدہ پہونچانے کا وسیلہ نہیں بن سکتے' علماء ومحدثین نے ڈاکٹر ومریض سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ طبیب مریض کے مرض کی تشخیص کے بعد دوا سے پہلے پرہیز پر زور دیتے ہیں جیسے دوائی کا استعمال کر کے پرہیز کا خیال نہ رکھنے سے دوائی بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب کے بغیر اعمال حسنہ بھی کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوتے اور ہمسایہ کو تنگ کرنا بھی منع اور گناہ کے زمرہ میں شامل ہے۔

پڑوسی کے بارے میں قرآنی تعلیمات:

رب کائنات نے جہاں قرآن میں شرک سے بچنے۔ خالص اپنی عبادت' والدین قرابت داروں' مسافر اور اپنے زیر قبضہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اوران کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا وہاں "والجار الجنب والصاحب بالجنب" کے ذریعہ پڑوسی کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے کی تلقین فرمائی' قرآن کے ان الفاظ میں اشارہ اس طرف ہے کہ خواہ پڑوسی بھی ہو رشتہ دار بھی ہو یا صرف پڑوسی ہو رشتہ دار نہ ہو اسی طرح نہ رشتہ ہو اور نہ مستقل پڑوسی ہو بلکہ سفر کا ساتھی' کسی ہاسٹل' ہوٹل یا مدرسہ کے سکونت گاہوں میں رہنے والے بسوں' ریل گاڑی کے ڈبہ میں یا دیگر سواریوں ساتھ بیٹھ کر مختصر وقت کے ہم نشین' مسلم وغیر مسلم سب کے ساتھ حسن معاشرہ کے اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ کسی ایسے قول وفعل سے اپنے کو بچایا جائے جس میں ساتھی پڑوسی کے حق کی پامالی ودل آزادی کا شائبہ تک موجود ہو۔

قرب وبعد اور ہمسائیگی کا استحقاق:

اسلام میں سب انسانوں کے کچھ نہ کچھ حقوق ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ بعض اہم رشتوں' فضائل اور خصوصیات کی وجہ سے بعض لوگوں کے حقوق بھی عام لوگوں کے حقوق کے مقابلہ میں زیادہ ہوتے ہیں' جیسے آپ کے مکان کے قریب دو گھر اور رہنے والوں کے ہیں۔ جن میں ایک گھر کے مکین مسلمان اور دوسرے میں سکونت کرنے والے غیر مسلم ہیں ظاہر بات ہے مسلمان کو اسلام کی وجہ سے رب العالمین نے جس فضیلت سے نوازا۔ غیر مسلم اس عظمت وکرامت سے محروم ہے تو مسلمان کے حقوق بھی غیر مسلم کے مقابلہ میں زیادہ ہیں' ہمسایہ کے گھر کے قریب اور دور ہونے سے بھی استحقاق میں کمی زیادتی ہو سکتی ہے جیسے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے' میں نے آپ ؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے دو ہمسائے ہیں' میں کس کے گھر ہدیہ بھیج سکتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو یہی صورت حال اس صورت میں بھی ہے کہ ایک طرف کسی کا استاذ' مرشد اور محسن ہو دوسرے طرف رہنے والا ان اوصاف کا حامل نہ ہو تو استاذ' شیخ اور محسن دوست کے حقوق زیادہ ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ

والدین، بہن بھائیوں وغیرہ قرابت داروں کو حقوق کی ادائیگی میں جو فوقیت حاصل ہے دور کے قربت داروں کے حقوق ان سے کم ہیں۔

پڑوسی کی گواہی:

ہوس مال وزر اور دنیا سے محبت کی وجہ سے آج نفسانفسی کا عالم ہے، ہم یہ تک بھول گئے کہ مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہے، محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات اس بارہ میں کیا ہیں، وہ تو نیکی اور بدی کا معیار زبان خلق کو قرار دے رہے ہیں۔ارشاد نبویؐ ہے۔

عن ابی مسعودؓ قال قال رجل للنبی ﷺ یارسول الله ﷺ کیف لی ان اعلم اذا احسنت او اذا أساْت فقال النبی ﷺ سمعت جیرانک یقولون قد احسنت فقد احسنت و اذا سمعتم یقولون قد اساْت فقد أساْت (ابن ماجہ)

ترجمہ: ''ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورﷺ سے عرض کیا مجھے اپنے نیکوکاری وبدکاری کا علم کیسے حاصل ہوسکتا ہے حضورﷺ نے فرمایا جب تم (اپنے کسی کام کے بارے میں) اپنے پڑوسیوں سے یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے اچھا عمل کیا ہے (تو سمجھ لو) کہ تم نے اچھا کام کیا ہے۔اور جب تم پڑوسیوں سے یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم نے برا کام کیا ہے تو جان لو کہ تمہارا وہ کام برا ہے۔''

شرط یہ کہ پڑوسی ایسے ہوں جو دیندار، سچے، دین پر عمل کرنے والے اور نیکی وبدی میں امتیاز کرنے والے ہوں تو ایسے نیک پڑوسیوں کا دوسرے پڑوسی کو نیکوکار یا بدکار کہنا گویا انکی طرف سے اس کے حق میں گواہی دینا ہے، اور یہ گواہی وہ تب دیں گے کہ اس نے پڑوسی کو تکلیف نہ دی ہو، معمولی معمولی باتوں پر نوبت جھگڑا وقتل وقتال تک نہ پہونچی ہو۔

مادی تہذیب اور پڑوسی سے بے اعتنائی:

آج تو حالت یہ ہے کہ ایک دوسرے سے متصل دو مکانوں میں رہائش پذیر اشخاص سالہا سال ساتھ زندگی گزرانے کے باوجود ایک دوسرے کو جانتے بھی نہیں۔اور پھر اپنے اس جہالت پر فخر بھی کیا جارہا ہے۔کہ دنیاوی مشاغل اتنے بڑھ گئے کہ پڑوسی سے جان پہچان کا بھی موقع نہیں ملتا۔جبکہ آپ کئی بار سن چکے ہیں پڑوسی کے بغیر بھی مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔جو اسلامی بھائی چارہ کی حیثیت سے ادا کرنی ہیں۔جیسے مسلمان اگر بیمار ہو تو دوسرا اس کی بیمار پرسی کرے۔راستہ میں ملے تو سلام کرے۔اسے چھینک آئے تو اس کے الحمدللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔مرجائے تو جنازہ میں شرکت کی جائے، تدفین میں شرکت کرنا اور دوسرے مسلمان کے لئے بھی وہ کچھ پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرے۔

جبکہ ہمارا معاملہ بالکل برعکس ہے یہاں تو حقوق العباد کا تصور اپنے عقائد فاسدہ میں یہ ہے کہ جتنا ہوسکے

دوسرے مسلمان کا حق شیر مادر سمجھ کر اپنے قبضہ میں لایا جائے' کسی کو جانی' مالی اور ذہنی اذیت دینا ہم نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا دیا ہے۔ جبکہ سرکار دوعالم کے ایک ارشاد مبارک کا خلاصہ یہ ہے کہ (مسلمان کی صفت یہ ہے کہ اس کی زبان وہاتھ سے کسی کو اذیت نہ پہونچے) دین متین میں کسی کو ہر لحاظ سے بدگمانی اور اذیت سے بچانے کے لئے سید الرسل نے یہاں تک تلقین کی کہ اگر تین افراد کسی مجلس میں بیٹھے ہوں ان میں دو کے لئے یہ جائز نہیں کہ تیسرے سے الگ یہ دو آپس میں سرگوشی وتنہائی میں بات چیت کریں۔ اس سے بھی آپ حضرات اندازہ کریں کہ اسلام کتنی خوبیوں کا حامل مذہب ہے کیونکہ یہاں بھی تیسرے شخص کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے اسے رنج میں مبتلا کرنا یہ بھی اس کی حق تلفی ہے اپنے آپ کو مہذب کہلوانے والوں میں کسی ایک قوم کے آئین وقانون میں بظاہر اتنے چھوٹے اور معمولی امر کی طرف توجہ دی گئی ہے۔ قطعاً نہیں۔ حضورؐ کی عادت مبارکہ تو یہ ہے کہ اگر کسی ایسے مجلس میں شرکت کیلئے آنا ہوتا کہ بعض ساتھی جاگتے اور کچھ سوئے رہتے تو اس انداز سے مجلس پر سلام کرتے کہ نہ زیادہ بلند آواز سے ہوتا اور نہ زیادہ پست۔ غرض یہ تھی کہ جو جاگتے ہیں وہ سن سکیں اور جو آرام کررہے ہیں بلند آواز سے سلام کرنے سے ان کے آرام میں خلل نہ آئے۔

<u>پڑوسی کے حقوق:</u>

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلفاء میں ولی کامل حضرت ڈاکٹر عبدالحئیؒ صاحبؒ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ پڑوسی کے حقوق کے بارہ میں حضرت معاویہ بن حیدہؓ سے روایت نقل فرما رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی کا حق ہے کہ بیماری میں اس کی بیمار پرسی کی جائے' مرنے کی صورت میں اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔ اگر قرض مانگے تو اسے قرضہ دیا جائے' اگر ننگا ہے تو اسے کپڑے پہنائے' اگر اس کو خوشی میسر ہو تو اسے مبارکباد دے۔ مصیبت میں گرفتار ہونے کی موقع پر اس کی غمخواری کر کے اسے تسلی کی تلقین کرے۔ اگر اپنا گھر تعمیر کرنا ہو تو یہ رعایت ہو کہ اس کا مکان پڑوسی کے مکان سے بلند وبالا نہ ہو (حتیٰ کہ) اپنے چولہے کے دھوئیں سے بھی اسے اذیت نہ دے۔ آپ نے سنا اسلام کی کیسی کیسی تعلیمات ہیں۔ ایک ایک جملہ پر غور وفکر کرنے اور ان پر عمل کرنے سے نہ صرف یہ کہ اللہ کی رضا اور جنت بھی انشاء اللہ حاصل ہوگی۔ بلکہ جس اتفاق کامل کی تلقین مذہب ہمیں بار بار دے رہا ہے اس کردار کے اپنانے سے وہ اتفاق ومحبت بھی ضرور حاصل ہوگا۔ اور مسلمانوں کا آپس میں بغض وعناد اور کدورت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

وعظ ونصائح کے سلسلے تو جاری رہتے ہیں۔ اصل مسئلہ عمل کا ہے۔ دعا فرمائیں کہ مالک الملک ہم اور آپ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔

جناب منور سلطان ندوی

DNA ٹسٹ کی بنیاد پر ولدالزنا کے نسب کا ثبوت

زنا نہایت قبیح عمل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور اس تک پہونچانے والے تمام راستوں کو بند کیا ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لئے شریعت نے سزا متعین کی ہے جو شادی شدہ مرد وعورت کے لئے رجم (پتھر مار کر ہلاک کرنا) اور غیر شادی شدہ لوگوں کیلئے سو کوڑا ہے، زنا سے متعلق یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اس عمل کے نتیجہ میں ہونے والا بچہ ناجائز اور غیر ثابت النسب کہلاتا ہے، یعنی اس کا نسب زانی سے نہیں جوڑے جاتا، بلکہ اس کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، وہ ماں کی میراث کا حقدار ہوتا ہے، اسی طرح ماں اور دیگر قریبی رشتہ دار اس بچہ کے میراث سے حصہ پاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں مصر میں زنا کا ایک واقعہ پیش آیا، جسے میڈیا نے خوب اچھالا تھا، اس موقعہ پر بعض علماء کی طرف سے یہ رائے سامنے آئی کہ جدید تحقیق D.N.A ٹسٹ کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ زنا سے پیدا ہونے والا بچہ کس کے نطفہ سے ہے یعنی اس کا اصل باپ کی تعین ہوگئی تو پھر اس بچہ کو باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہیے، اس طرح مصر کے چودہ ہزار غیر ثابت النسب بچوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا...... ذیل کی سطروں میں یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ سائنسی تحقیق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیا D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر ناجائز بچہ کا نسب باپ سے جوڑنا درست ہوگا، نیز اس سلسلہ میں جمہور علماء کی رائے کیا ہے اور معاشرہ وسماج پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر ولدالزنا کا نسب باپ سے جوڑا جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں، متقدمین ومتأخرین، جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ولدالزنا کا نسب کسی بھی صورت میں باپ سے نہیں جوڑا جائے گا، جب کہ بعض معاصر فقہا کی رائے یہ ہے کہ جوڑا جائے گا، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور سلف کے بعض علماء کی رائے یہی ہے، پھر اس میں بچہ کو زندگی بھر کے عذاب سے بچانا ہے، گویا ان حضرات نے بچہ اور معاشرہ کی مصلحت کے پیش نظر جمہور علماء کے خلاف اس رائے کو اختیار کیا ہے۔

<u>فقہاء کے درمیان اختلاف کی بنیاد:</u> فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ کی علت کیا ہے؟ کیا ولدالزنا کو اس کے باپ کی طرف منسوب نہ کرنے کی علت صرف یہ ہے کہ زنا میں یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بچہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس عورت سے اور بھی کسی نے یا کئی افراد نے یہ عمل کیا ہو، ایسی شکل میں کسی ایک کی طرف بچہ کو منسوب کرنے میں یہ امکان باقی رہے گا کہ وہ بچہ دوسرے مرد کا ہو، اس طرح بچہ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرنا لازم آئے گا، جب کہ ایسا کرنا حرام ہے (المبسوط ۱۷/۱۵۵)

اب جدید سائنسی تحقیق D.N.A ٹسٹ کے ذریعہ یقینی طور پر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ بچہ کس کے نطفہ سے ہے لہذا جب قطعی طور پر علم ہوگیا کہ بچہ کس کا ہے تو پھر اس بچہ کو اس کے باپ کی طرف منسوب کیا جانا چاہیے۔

فقہاء کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر جو علت بیان کی گئی وہ اس مسئلہ کی اصل علت نہیں ہے' بلکہ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب نہ کرنے کی اصل علت زنا کی قباحت اور شناعت ظاہر کرنا ہے' تاکہ جائز اور ناجائز نطفہ کے درمیان فرق باقی رہے' امام جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:

زنا کے قبیح ہونے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اس کے بچہ کا نسب باپ سے نہیں جوڑا جائے گا۔ کیونکہ زانیوں میں نسب جوڑنے کی حیثیت سے ایک دوسرے سے بڑا نہیں ہوتا' اسی طرح نسب جوڑنے کی صورت میں اصل رشتوں کو ختم کرنا اور رشتہ کی بنیاد پر میراث' نکاح اور صلہ رحمی کے تعلق سے جو حقوق واحکام متعلق ہوتے ہیں ان کو روکنا ہے اور بیٹے پر باپ کے جو حقوق ہیں ان کو پامال کرنا ہے' اسی طرح بہت سے حقوق زنا کے نتیجہ پامال ہوتے ہیں' یہ چیزیں عقلی طور پر قبیح اور عرف وعادت کے لحاظ سے عجیب ہیں' اسلئے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" بچہ شوہر کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا' کیونکہ اگر نسب کو رشتہ ازدواج اور جو اس کے حکم میں ہے اسی تک محدود نہ کیا جائے تو زانی کے مقابلہ میں شوہر نسب کے زیادہ حقدار کیسا ہوگا' اور یہ چیز نسب کو باطل کرنے اور اس سے متعلق حقوق وحرمات کو ساقط کرنے کا سبب بنے گی (احکام القرآن' ۳/ ۲۹۵)

اور امام سرخسی اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں کہ نسب ایک نعمت ہے جب کہ زنا جرم ہے' اور مجرم نعمت کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ وہ سزا کا حقدار ہوگا تاکہ آئندہ وہ اس فعل سے رکے (المبسوط' ۱۷/ ۱۵۵)

ابن قیم اور ابن تیمیہ کی رائے پر غلط تطبیق: معاصر فقہاء نے اس مسئلہ میں ابن قیم' ابن تیمیہ' اسحاق بن راہویہ' عروہ' سلمان بن یسار' حسن اور ابن سیرین جیسے فقہاء کی رائے پر اعتماد کیا ہے' حالانکہ یہ سب حضرات جمہور علماء کی طرح یہی رائے رکھتے ہیں کہ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا' بلکہ اس کا نسب ماں سے جوڑا جائے گا' وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا بلکہ ماں کے میراث سے حصہ پائے گا۔ امام نوویؒ نے اس مسئلہ میں فقہا کا اجماع نقل کیا ہے' وہ لکھتے ہیں: جب کسی نے عورت کے ساتھ زنا کیا اور اس عمل کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا جو ممکن ہے اسی کا ہو...... اس مسئلہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوگا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے' حضور ﷺ کے ارشاد وللعاهر الحجر کا مطلب یہ ہے کہ زانی کو ناکامی ونامرادی اور رسوائی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ (المجموع شرح المہذب' ۱۸/ ۳۷۲)

علامہ ابن رشد نے بھی اس سلسلہ میں علماء کا اتفاق نقل کیا ہے' (ہدایۃ المجتہد' ۲/ ۳۵۸) علامہ ابن عبدالبر نے اس مسئلہ میں جمہور کے خلاف دوسری رائے کو جہالت اور غفلت پر مبنی بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ زانی سے متعلق اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بچہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا' خواہ وہ اس کا دعویٰ کرے یا نہ کرے' بلکہ بچہ

اس عورت کے شوہر کا ہوگا' اور اس پر بھی تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس بچہ کو زانی کی طرف نہیں' منسوب کیا جائے گا' خواہ وہ اس کا دعویٰ کرے یا اس سے انکار کرے' فقہاء کہتے ہیں کہ حضور کا ارشاد للعاھر الحجر کا معنی ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ تمہارے منہ میں خاک! یعنی تمہارے لئے کچھ نہیں' یہاں پتھر سے مراد رجم نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ زانی سے لڑکے کی نفی کرنا مقصود ہے' اور اس لفظ میں اس کی وسعت موجود ہے' (التمہید لابن عبدالبر' ۸/ ۱۸۵)

صرف ابن قیم اور ابن تیمیہ نے اس اتفاقی مسئلہ سے ایک صورت مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر زانی بچہ کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہے اور زانیہ کسی کی زوجیت میں نہ ہو خواہ اس نے ابھی شادی نہ کی ہو' یا مطلقہ یا بیوہ ہو' تو ایسی شکل میں اس بچہ کو باپ کی طرف منسوب کیا جائے گا' جب کہ حسن اور ابن سیرین کی رائے یہ ہے کہ زانی پر حد جاری کرنے کے بعد بچہ کو اس کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ (المغنی لابن قدامہ' ۶/ ۲۲۷)

اس مسئلہ سے متعلق ابن تیمیہ کے مجموعہ فتاویٰ ''الفتاویٰ الکبریٰ'' میں خود ان کے متعدد فتاویٰ موجود ہیں' جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ صورت میں بچہ کو باپ کی طرف منسوب کرنے پر زور دیا ہے' اس سلسلہ میں ابن تیمیہ کی رائے دلیل کے اعتبار سے کمزور ہے اور متعارض بھی' پھر بھی اگر ان کی دلیل مان لی جائے تب بھی مذکورہ مسئلہ میں D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہوگا' کیونکہ ان کی رائے دلیل کے ضعف کے ساتھ قیاس کے بھی خلاف ہے اور مصلحت عامہ سے بھی میل نہیں کھاتی۔

<u>ابن قیم کا قیاس:</u> ابن قیم نے اپنی اس رائے پر قیاس کے ذریعہ استدلال کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ صحیح قیاس کا تقاضہ یہی ہے' کیونکہ اس بچہ کا باپ زانیوں میں ایک ہے' جب بچہ کو ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' ماں بچہ کا وارث بنتی ہے' اور بچہ ماں کا' اسی طرح اس بچہ کا رشتہ ماں کے رشتہ داروں سے بھی جوڑے جاتا ہے' حالانکہ اس عورت نے مرد سے مل کر زنا کا ارتکاب کیا ہے' اور بچہ دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے' دونوں اس عمل میں شریک ہیں اور یہ متفق علیہ بات ہے کہ بچہ دونوں کا ہے' اب ایسی صورت میں اگر اس بچہ کا دعویدار کوئی دوسرا نہیں ہے تو پھر اس کو باپ کی طرف منسوب کرنے میں کیا حرج ہے لہٰذا قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے (زاد المعاد' ۵/ ۴۲۵)

حقیقت یہ ہے کہ یہ قیاس درست نہیں ہے' بلکہ یہ قیاس مع الفارق ہے' کیونکہ ماں سے بچہ کا نسب ولادت کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے' اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بچہ اسی ماں سے پیدا ہوا ہے' جب کہ باپ کا مسئلہ اس کے برعکس ہے' پھر شریعت نے زنا کے نطفہ کا اعتبار نہیں کیا ہے' اور اگر اس قیاس کو مان بھی لیا جائے تو یہ نص کے خلاف قیاس کرنا ہوگا' جو کہ درست نہیں ہے۔

<u>نتائج کا خیال:</u> مجتہد اور مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اجتہاد اور فتویٰ میں نتائج کو بھی سامنے رکھیں' کیونکہ ان کی ذمہ داری صرف مسئلہ بتانے کی نہیں ہے' بلکہ وہ جو حکم بیان کررہا ہے اس کے انجام اور نتائج واثرات پر نظر رکھنا بھی ضروری ہے' مذکورہ مسئلہ میں اگر ولد الزنا کے نسب کو اس کے باپ سے جوڑنا درست قرار دیا جائے تو اس سے

بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی مثلاً ۱۔ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب کرنے میں برائی کو فروغ حاصل ہوگا' اور اس سے شرعی نکاح اور زنا کے درمیان برابری کرنا لازم آئے گا' اس وقت صرف مصر میں زنا سے پیدا شدہ چودہ ہزار بچے ہیں' اگر اس رائے پر فتویٰ دیا جائے تو یہ تعداد چالیس ہزار سے بھی بڑھ سکتی ہے' مصر کا یہ نتیجہ زنا سے متعلق معاشرہ کی ناراضگی اور حمل کے خوف کے بعد ہے' اگر معاشرہ بھی اس کی ہمنوائی کرنے لگے تو یہ تعداد کہاں تک پہونچ سکتی ہے!

۲۔ جو عورت کسی مالدار شخص میں دلچسپی رکھتی ہو' اس کو بس اتنا کرنا پڑے گا کہ وہ کسی طرح اسے اپنے جال میں پھنسا لے اور اس سے حاملہ ہو جائے' پھر بچہ کا نسب اس سے جڑ جائے گا اور وہ مذکورہ شخص کے بہت سے رشتہ داروں کو اس کے ترکہ سے حصہ پانے میں مانع ہوگا۔ ۳۔ اس رائے کو اختیار کرنے کی صورت میں بہت سے شرعی نصوص کو باطل کرنا لازم آئے گا۔ ۴۔ ولد الزنا کو باپ سے منسوب کرنا صرف رجسٹر میں خانہ پری کے لئے نہیں ہوگا' بلکہ اس نسب کی بنیاد پر بہت سے شرعی مسائل اور حقوق متاثر ہوں گے۔ مثلاً:

(الف) وہ باپ کے میراث میں حصہ پائے گا' اس کی وجہ سے دوسرے وارثین اس ترکہ سے محروم ہو جائیں گے۔ مثلاً اگر وہ لڑکا ہے تو میت کے بھائی اور دیگر قریبی رشتہ دار میراث میں حصہ پانے سے محروم رہ جائیں گے' جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ولد الزنا کسی کا وارث نہیں ہوگا' اور نہ کوئی ولد الزنا کا وارث ہوگا' (مصنف ابن ابی شیبہ' ۷/۳۸۱)

(ب) محرم سے متعلق جو مسائل ہیں مثلاً محرم کے لئے عورت کے ساتھ تنہائی کی اجازت' اس کے سامنے زیب و زینت کا اظہار' اور اس کے ساتھ سفر کی اجازت وغیرہ' یہ ساری چیزیں اس بچہ کے ساتھ ثابت ہو جائیں گی۔

(ج) اس کی وجہ سے مختلف رشتے اور سسرالی رشتے حرام ہو جائیں گے۔ (د) اس کے اخراجات باپ پر لازم ہوں گے۔ اسی طرح باپ کا نفقہ اس پر لازم ہوگا۔ (ہ) اس کی پرورش باپ کے ذمہ ہوگی۔ (و) قتل خطاء میں اس کی دیت باپ پر واجب ہوگی' اور باپ کی دیت میں وہ شامل ہوگا۔ (ز) اس کے نکاح میں ولایت' اسی طرح کے مال میں ولایت باپ سے متعلق ہوگی۔ (ح) رشتہ داروں سے متعلق صلہ رحمی کے احکام اس سے متعلق ہوں گے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جو اس نسب کی وجہ سے متاثر ہوں گے۔

<u>حقیقی مصلحت کا فقدان:</u> D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر جو لوگ ولد الزنا کو باپ کی طرف منسوب کرنے کی رائے پیش کرتے ہیں وہ اس سلسلہ میں مصلحت کو اپنی دلیل بناتے ہیں اور اس سے مراد بچہ کی مصلحت ہوتی ہے کہ اس واقعہ میں وہ بالکل بے قصور ہے' زنا سے پیدا شدہ کتنے ہی بچے نیک و صالح بنے' اور مختلف میدانوں میں آگے بڑھے ہیں' لہٰذا اسکو باپ کی طرف نسبت کرنے سے منع کر کے ہم ان پر ظلم کیوں کریں' حالانکہ ہمیں D.N.A ٹسٹ کے ذریعہ یقینی طور پر اس کا علم ہو چکا ہے۔

جو لوگ اس مسئلہ میں مصلحت کا رونا روتے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ ایسے بچوں کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ باپ کے بارے میں کچھ جانے بغیر پرورش پائیں اور سمجھیں کہ وہ مر گئے یا کہیں چلے گئے یا وہ بغیر باپ کے ہیں' یا پھر یہ

بہتر ہے کہ اسے معلوم ہو کہ وہ فلاں سے زنا کی اولاد ہے' جو اس سے اپنا نسب جوڑنا نہیں چاہتا' بلکہ شرعی عدالت کے دباؤ میں اس کو قبول کر رہا ہے' اور دنیا والے بھی اس کو اسی حیثیت سے جانے؟ کیا یہ چیز اس بچہ کو باپ کے قتل کرنے پر آمادہ نہیں کرے گی' کہ اس کی وجہ سے وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔ مزید یہ بھی تصور میں لائیں کہ اگر یہ بچہ کسی لڑکی کو پیغام دیتا ہے یا کسی مناسب عہدہ کے لئے درخواست دے اور لڑکی والے اسی طرح اس عہدہ سے متعلق ذمہ داران کو اس بچہ سے متعلق حقیقت کا علم ہو جائے تو اس بچہ کے حق میں باپ کا جاننا بہتر ہوگا یا نہ جاننا؟

ان احکام سے متعلق شریعت نے جن مصالح کی رعایت کی ہے وہ اصلاً تمام انسانوں کیلئے نفع بخش ہیں' جب ہم ولد الزنا اور اسکے نسب کے سلسلہ میں غور کریں تو شریعت ایک صاف وشفاف معاشرہ وجود میں لانا چاہتی ہے' جس میں برائیاں نہ ہونے کے برابر ہوں' اس کیلئے شریعت نے جملہ اسباب کو اختیار کیا ہے' ان اسباب میں پہلے حفاظتی روک' پھر قانونی گرفت اور پھر اخیر میں سزا ہے اور سزا ہی میں سے ایک زانی باپ کا بچہ کو اپنی طرف منسوب کرنے سے روکنا ہے' خواہ وہ اسے اپنی طرف منسوب کرنا ہی کیوں نہ چاہے' اس طرح شریعت نے زنا تک پہونچنے کے سارے اسباب کو ممنوع قرار دیا ہے' پھر اس برائی میں پڑنے کا جو اصل محرک ہے اس کا حل نکاح کی شکل میں بتایا ہے' اب اگر کوئی اپنی غربت کی وجہ سے نکاح پر قادر نہیں ہے تو سماج کے ذی حیثیت افراد کو اس کے تعاون پر آمادہ کیا ہے اور خود ان نوجوانوں کیلئے بھی غنا کا وعدہ کیا ہے' اب اگر اسکے بعد بھی زنا کا عمل ہوتا ہے تو پھر اسے ایسی سخت سزا دی جائیگی جو دوسروں کیلئے سامان عبرت ہو' اور وہ سزا رجم اور کوڑے مارنا ہے' یہ سزا معاشرہ کو ان آلودگیوں سے پاک رکھنے کیلئے ہے' البتہ اس عمل سے پیدا شدہ بچہ تو بے گناہ ہے' اس گناہ میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے' اسلئے شریعت نے ان بچوں کی زندگی کی ضمانت دی ہے' اسی طرح گرے پڑے بچوں کیلئے بھی ایسا انتظامات کیئے ہیں جن سے انکی زندگی محفوظ رہ سکتی ہے

خلاصہ یہ کہ ولد الزنا کے نسب سے متعلق بعض معاصر فقہاء نے جو رائے پیش کی ہے وہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں ہے' اگر اس رائے کے مطابق فتویٰ دیا گیا تو شرعی نصوص کو باطل کرنے کے علاوہ سماجی اور معاشرتی اعتبار سے بھی اس کے اثرات بڑے بھیانک ثابت ہوں گے' اس مسئلہ میں مضبوط اور قابل اعتماد رائے جمہور علماء کی ہے کہ ولد الزنا کو صرف ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا باپ کی طرف نہیں' خواہ زانی اس کا دعویٰ کیوں نہ کرے۔ D.N.A ٹسٹ سے اس مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا' بعض دیگر مسائل میں D.N.A ٹسٹ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے' مثلاً **اسپتال میں مختلف خواتین کے بچے ہوں' اور متعدد بچوں کے مل جانے سے حقیقت مشتبہ ہو جائے کہ کون بچہ کس کا ہے اور** شرعی اصول کے مطابق گواہی فراہم نہ ہوں تو D.N.A ٹسٹ کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا' اسی طرح حدود وقصاص کے علاوہ دیگر مسائل کی تحقیق میں قاضی اس ٹسٹ سے فائدہ اٹھا سکے گا' اور اس ٹسٹ کی حیثیت قرینہ قاطعہ کی ہوگی (ملخص از الرسالہ مصر شمارہ: ۲۲' ذی الحجہ ۲۷ھ)

مولانا غلام محمد وستانوی انڈیا

مریخ کی الٹی چال اور معجزہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مضمون جو قارئین کی نظر کیا جارہا ہے سائنس کا ایک حیرت انگیز انکشاف ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بہت عظیم پیشین گوئی کے ظہور کا پتا چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو پچیس سال پہلے قیامت کی آخری نشانی اور سب سے بڑی علامت کی پیشین گوئی دی تھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "لاتقوم الساعة حتی تطلع الشمس من مغربها فاذا طلعت فرأيها الناس امنوا جمعون فذاک حین لاينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او کسبت فی ايمانها خيرا (متفق علیہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت قائم نہیں ہوسکے گی یہاں تک کہ سورج (بجائے مشرق کے) مغرب سے طلوع ہو جائے گا۔ اور جب ایسا ہو جائے گا اور لوگ اپنی ابروئے چشم سے اس کا نظارہ کرلیں گے تو سب سے سب ایمان لے آئیں گے اور اس وقت ایمان کوئی نہیں آئے گا اس نفس کو جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا اس نفس نے اپنے ایمان کی حالت میں کوئی بھلائی کی ہوگی۔

تو پتہ چلا کہ سورج قیامت سے پیشتر مغرب سے طلوع ہوگا اور اپ سوچئے تو سہی کہ اللہ کے رسول نے کیا فرمایا کہ قیامت کا قائم ہونا ہی اس پر موقوف ہے یعنی کتنے اعتماد، یقین، جازم اور کونفیڈنس کے ساتھ اپ نے فرمایا اور کیوں نہ فرماتے، وہ تو خالق و مالک کے اشارے پر لب کشائی کرتے تھے نہ کہ عام انسانوں کی طرح اپنے نفس اور اپنی سوچ سے تو آئیے اب ہم اس مضمون کو مجلہ "المجتمع" Issue no.. 1607 سے لے رہے ہیں جو معجزة نبوية في علم الفلك کے عنوان سے شائع ہوا۔

اور خان محمد علی تحریر فرماتے ہیں کہ: میرے ایک دوست نے ایک ای میل کے ذریعہ امریکہ کے ایک مشہور ویب سائٹ کے حوالہ سے جو علم فلک سے متعلق ہے مریخ کے بارے میں ایک حیرت انگیز خبر کے نشر ہونے کی خبر دی، وہ ویب سائٹ یہ ہے: http://www.space com/ space watchmars reteograbe030725 html

اور یہ خبر بالکل سو فیصدی درست ہوسکتی ہے اس لیے کہ یہ حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بین ثبوت ہے اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ انکار کا احتمال ہے اور خان محمد علی مضمون نگار تحریر کرتے ہیں کہ آئیے اس کی تفصیل

ملاحظہ فرمائیں:

گذشتہ کئی سالوں سے ''مریخ'' ماہرین فلکیات کا محور بنا ہوا ہے، یہاں تک کہ ابھی قریب ہی میں ماہرین فلکیات نے یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ مریخ پر نظام حیات کے آثار کا پتہ چل رہا ہے، اور ماہرین فلکیات نے مریخ کو اپنی تحقیقات کا محور بھی اسی لئے بنایا ہے کہ وہ سورج کے قریب ہے علی زعمھم، اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ ماہرین نے دعویٰ پیش کیا تھا کہ آثار حیات وہاں پر پائے جارہے ہیں بعد میں چل کر وہ خود ہی اپنے دعوی کی تردید کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ وہ جو آثار حیات پانی کے راستوں اور کچھ نہروں کی طرح معلوم ہورہے تھے، حقیقت میں وہ اس مشینری کے اندر کی جو لکیریں تھیں جو ان پر مشتبہ ہوگئیں، وہ اس لکیروں کو پانی کے وجود کی نشانی تصور کر بیٹھے۔

لیکن ان سب کے باوجود وہ لوگ برابر پوری تندہی کے ساتھ ''مریخ'' کے اسرار کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، خاص طور پر ان اخیری تین سالوں میں ان کی یہ تحقیقاتی مہم کچھ زیادہ تیز ہو چکی ہے، اس لئے کہ یہ ستارہ ان کے اپنے زعم میں ہمارے سورج ستارہ سے قریب ہے (تو گویا وہ اس کے واسطہ سے سورج تک رسائی کا بھی خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس بنا پر ہی تو انہوں نے تمام جہات سے اس پر تحقیقاتی مشینیں کام پر لگا رکھی ہیں تاکہ ہر جہت سے اس کی حرکات کا پتہ لگا سکیں اور انہوں نے اس عظیم سیارے کی تصاویر بھی دنیا کے سامنے پیش کی ہے اور اس کے متعلق بہت کچھ وہ تحریر کر چکے ہیں اور اب بھی اسی میں مصروف ہیں۔

لیکن ابھی آخری چند ہفتوں پہلے جب کہ وہ لوگ اس کی حرکت کی گھات میں لگے ہوئے تھے، ایک حیرت انگیز اور حیران کن امر کا انہوں نے انکشاف کیا، اور وہ یہ ہے کہ اس عظیم سیارے کی جو رفتار اب تک مشرقی سمت میں چلی آرہی تھی اب آہستہ آہستہ سست پڑتی جارہی ہے اور اس مہینہ یعنی جولائی کی تیس تاریخ کو بالکل ہی تھم جائے گی، اور اس کی حرکت بند ہو جائے گی اور اگست ستمبر دو مہینہ وہ بجائے مشرق کے مغرب کی جانب چکر لگائے گا جس کو Retrogrado Motion کہا جاتا ہے پھر انتیس ستمبر کے بعد اپنی پہلی روش پر آجائے گا یعنی مشرق کی جانب میں گردش کرنے لگے گا۔

اور ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ صورت حال عن قریب تمام شمسی سیاروں کو پیش آئے گی اور زمین کو بھی اس کے ضمن میں، اس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل میں جب ایسا ہوگا کسی ایک دن بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہوگا یہ بات ہم مسلمانوں کے لئے کوئی نئی نہیں ہے اس لئے کہ ہمارے آقا و سردار سید الانبیاء والرسل محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آج سے چودہ سو سال پیشتر ہی یہ پیشین گوئی دے کر جاچکے ہیں، تو قبل اس کے کہ ہم آپ کے سامنے اس کے بارے میں قرآن اور احادیث سے دلائل فراہم کریں، ہم اس تحقیق کے الفاظ آپ کے لئے ہو بہو نقل کر دیتے ہیں اور مزید معلومات کے لئے آپ مذکورہ ویب سائٹ کی زیارت کر سکتے ہیں۔ تو ویب سائٹ پر نشر شدہ الفاظ کچھ یوں ہیں:

For the past few weeks, Mar appeared to slow in its castward trajectory. almorst seeming to waver as if it had become uncration.
On Wednesday Julay 30 that steady eastward Course Will Come to a stop. They for the next two months, the pbarnet Will move backward agaonst the star backgaound- to ward the west. On Sept. 29 it will Pause again be Fore resuming its nor mal castward direction. All the Plantes exhibit retrograde motion atone time or another Ancient astronomers were unabla to come up with a satisfactory explanation for it.

ترجمہ: گزشتہ چند ہفتوں سے ''مریخ'' مشرقی سمت میں اپنی رفتار سے سست پڑ گیا ہے اور وہ گویا کہ تذبذب کا شکار ہے، آیا مشرقی سمت میں چکر کاٹے یا مغربی سمت میں؟ مشرقی چکر سے رک جائے گا، اور انیس جولائی کو وہ بالکلیہ طور پر اور پھر آئندہ دو مہینے میں وہ بجائے مشرق کے مغرب کی طرف گھومنے لگے گا اور پھر ۲۹ ستمبر سے دوبارہ مشرقی جانب حسب سابق گھومنے لگے گا۔

اور تمام سیارے Retrogrado Motion یعنی الٹے چکر کاٹنے لگتے ہیں۔

قرآن اور حدیث:

سائنس دانوں کا یہ انکشاف گویا کہ قرآن اور حدیث کے مطابق علامات قیامت میں سب سے بڑی علامت کے ظہور کی ابتدا ہے اس لئے کہ اس بارے بہت ساری صحیح روایتیں کتب احادیث میں پائی جاتی ہے اور جب یہ علامت ظاہر ہو جائے گی تو پھر اس شخص کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی جو مسلمان نہ ہوگا جیسا کہ قرآن میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے :ھل ینظرون الا ان یاتیھم الملائکۃ او یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفسا ایمانھا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا۔ (سورۃ الانعام)

وہ تو محض انتظار کر رہے ہیں اس چیز کا کہ ملائکہ ان کے پاس آجائیں یا آپ کا پروردگار ان کے پاس آجائے یا تیرے پروردگار کی بعض نشانیاں ان کے پاس آ پہنچیں، اور جب تیرے پروردگار کی نشانی آ پہنچیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان کام نہ دے گا جبکہ وہ پہلے ایمان نہ لایا ہوگا۔ ایمان کی حالت میں کوئی کار خیر نہ کیا ہوگا۔ اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے، اور جب ایسا ہو جائے گا، تو تمام لوگ اسے دیکھ کر ایمان لے آئیں گے: فذاک حین لاینفع نفسا ایمانھم لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا (رواہ الشیخان)۔
یہ وہی وقت ہے جب ایمان لانا بے سود ہوگا اس شخص کے لئے جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا، یا پھر کار خیر نہ کیا ہوگا امام طبری

اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اور آیت کا صحیح مضمون ان روایات میں ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: وذالک حین تطلع الشمس من مغربھا ۔یعنی قرآن نے جو لاینفع نفسا الخ کہا، اس سے مراد قیامت کی آخری گھڑی اور آخری دن ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔

اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چھ چیزوں اور علامتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے، اعمال میں سبقت کرلو یعنی جو کارِ خیر کرنا ہو کرلو، اور ان چھ میں سے سورج کا مغرب سے طلوع ہونا بھی بتلایا۔ (رواہ مسلم)

اسی طرح مسلم شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے رات میں، تاکہ دن بھر کا گنہ گار توبہ کرلے، اور دن میں ہاتھ پھیلاتا ہے کہ تاکہ رات کا گنہ گار توبہ کرلے۔ اور یہ معاملہ اس وقت تک چلے گا جب کہ سورج مغرب سے طلوع ہوجائے۔ یعنی پھر اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا، اس لیے کہ نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی، اور یہ نظام خداوندی میں الٹ پھیر، عالم کے نزع کی نشانی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اب تو ہم مسلمانوں کو بیدار ہوجانا چاہیئے کہ قرآن اور حدیث کی پیشین گوئیاں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتی چلی جارہی ہیں، اللہ ہمیں ہر قسم کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے۔ آمین فاعتبروا یا اولی الأبصار

(بقیہ صفحہ ۸ سے) **(اسلام میں آنکھوں کی اہمیت)**

معاشرہ پر آنکھ کا اثر: آنکھ کا معاشرہ کی اصلاح اور فساد پر گہرا اثر ہے۔ بسا اوقات معاشرہ میں غلط کاری اور بدکاری کے لئے ذریعہ آنکھ کا بے جا استعمال رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان مرد اور عورت کو آنکھ کے درست استعمال کے متعلق تاکید کی گئی ہے اور غلط استعمال سے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم (سورۃ النور۔۳۱)

''آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں''

اور ایسا ہی حکم مسلمان عورتوں کے لئے ہے۔ کہ مسلمان عورت کو چاہیے کہ وہ غیر محرم مردوں کو نہ دیکھے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے: النظر سھم من سھام ابلیس مسموم من ترکھا مخافتی ابدلتہ ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ (ابن کثیر)

''نظر ایک زہریلا تیر شیطان کے تیروں میں سے ہے، جو شخص باوجود دل کے تقاضے کے اپنی نظر پھیر لے تو میں اس کے بدلے اس کو پختہ ایمان دوں گا جس کی لذت وہ قلب میں محسوس کرلے گا۔''

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی
مفتی ومدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

یوم النحر دس ذی الحجہ کے دن امور اربعہ میں ترتیب کا مسئلہ؟

بخدمت جناب مفتی صاحب زید مجدکم۔ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہر سال حج کے موقعہ پر حنفی حجاج کے درمیان مختلف مسائل زیر بحث رہتے ہیں جن میں سے تین مسائل اہم ہیں۔ ۱۔ ۱۰ ذی الحجہ کے دن رمی، قربانی اور حلق میں ترتیب کی رعایت اب بھی ضروری ہے جیسے کہ ہمارے متون میں تصریح ہے یا کہ اب ازدحام کی وجہ سے اس میں رعایت دی جائیگی؟ ۲۔ بینک کے ذریعے قربانی کے جواز کا کیا حکم ہے؟ ۳۔ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قصر ہے یا اتمام؟

گزشتہ چند سالوں سے ان مسائل پر بحث میں کافی شدت آگئی ہے حج کے موقع پر خیمہ خیمہ اس بحث کا شکار نظر آتا ہے، حج سے لوٹنے کے بعد بھی ایک طویل عرصے تک تبصروں اور تنقید کا بازار گرم رہتا ہے۔

عوام الناس چونکہ مسائل کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اس لئے دوران بحث ومباحثہ حدود کی رعایت نہیں رکھ پاتے اور نوبت علماء کرام کی توہین تک بھی پہنچ جاتی ہے۔

اس لئے ضرورت ہے کہ اس جیسے مسائل پر اجتماعی غور وفکر کا اہتمام کیا جائے، آراء ومعلومات کا تبادلہ ہو اور ایک دوسرے کے دلائل سننے سمجھنے کے بعد بتوفیق الہٰی کسی ایک رائے پر اتفاق کیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی اجتماعی کوششوں کو ذریعہ بنا کر امت کو انتشار وافتراق سے بچائے۔ آمین

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر رئیس جامعہ علوم اسلامیہ۔ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب وباللہ التوفیق

فروعی مسائل میں اختلاف قرون اولیٰ سے چلا آرہا ہے، اور یہ اختلاف امت مسلمہ کیلئے رحمت ہے کما قال اختلاف الائمة رحمة (مقدمہ شامی ۱/۵۰)

اس لئے کہ کبھی بھی ایسے حالات آسکتے ہیں کہ ایک قول پر ان حالات میں عمل کرنا ناممکن ہوگا اور اگر عمل ممکن

بھی ہو مگر وہ تکلیف مالا یطاق کے قبیل سے ہوگا جبکہ قرآن پاک نے واضح الفاظ میں فرمایا لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا (الایۃ) اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو اس کی طاقت اور بساط کے مطابق مکلّف کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے ہاں مسلمہ قاعدہ ہے کہ وقت کی تبدیلی اور حالات کے تغیر کی وجہ سے فروعی احکامات اور اختلافی اقوال میں ترجیح کی تبدیلی آتی رہتی ہے اوراس کے نظائر ذخیرہ فقہ میں موجود ہیں' ان فروعی مسائل میں ایک مسئلہ احکام حج میں سے یوم النحر کے دن امور اربعہ کو بالترتیب انجام دینے کا ہے۔

علامہ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے فی یوم النحر اربعة اشیاء الرمی ثم النحر ثم الحلق ثم الطواف والسنة ترتیبها هکذا فان النبی ﷺ رتبها کذلک روی أنس أن النبی ﷺ رمی ثم نحر ثم حلق (رواہ ابوداود (المغنی ۵/ ۳۲۰)
یوم النحر (۱۰ ذی الحجہ کے دن) چار امور ہیں۔ پہلے رمی پھر نحر پھر حلق پھر طواف۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ ان امور کو ایسی ترتیب کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ جس ترتیب سے رسول اللہ ﷺ نے ان امور کو ادا کئے ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے رمی کی پھر نحر کیا پھر حلق کیا

امور اربعہ کی ادائیگی بالاتفاق مطلوب ہے: یہی وجہ ہے کہ اسی ترتیب کے ساتھ ان امور کو ادا کرنا بالاتفاق تمام ائمہ مجتہدین مطلوب ہے۔ وقد اجمع العلماء علی مطلوبية هذا الترتيب (اوجز المسالک ۸/ ۵۶۳' کتاب الحج) اس ترتیب کی مطلوبیت پر علماء امت کا اجماع ہے۔ اور یہی بات علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے بھی لکھی ہے: اعلم أن وظائف يوم النحر بالاتفاق اربعة اشياء رمی جمرة العقبة ثم نحر الهدیٰ اوذبحه ثم الحلق او التقصير ثم طواف الافاضة وقد اجمع العلماء 'علی مطلوبية هذا الترتيب (تحفۃ الاحوذی ۳/ ۲۶۳) جان لو کہ بیشک باتفاق علماء یوم نحر (دس ذی الحجہ کے دن) کا وظیفہ چار امور ہیں پہلے جمرعقبۃ کی رمی پھر قربانی کا نحر یا ذبح کرنا پھر حلق یا تقصیر پھر طواف افاضۃ اور علماء امت کا اتفاق اس ترتیب کی مطلوبیت پر ہے۔

شوافع اور حنابلہ کا مذہب: البتہ اس ترتیب کے ذات حکم میں اختلاف ہے:

امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام اسحاق بن راھویہؒ اور اکثریت صحابہ اور تابعین اس ترتیب کو سنت مانتے ہیں قال العلامہ طیبیؒ اختلف فی انه سنة لاشئی فی ترکه اوواجب يتعلق الدم بترکه وعلی الاول ذهب اکثر علماء الصحابة والتابعين وبه قال الشافعی واحمد' واسحاق لهذا الحديث وامثاله' (شرح الطیبی ۵/ ۳۱۳)
علماء کا اس میں اختلاف ہے بے شک یہ ترتیب سنت ہے جس کے ترک پر کوئی شئے نہیں یا واجب ہے جس کے ترک پر

دم واجب ہے؟ پہلی رائے (سنت کو) اکثر علماء صحابہ کرام تابعین نے اختیار کیا ہے اور اسی پر امام شافعیؒ احمد بن حنبلؒ اسحاق بن راھویہؒ نے اس حدیث اور اس جیسے دوسرے روایات کیوجہ سے قول کیا ہے۔ اور علامہ نوویؒ فرماتے ہیں واما الاعمال المشروعة یوم النحر فهی اربعة رمی جمرة العقبة ثم ذبح الهدی ثم الحلق ثم الذهاب إلی مكة لطواف الافاضة وهی علی هذا الترتیب مستحبة فلو خالف فقدم بعضها علی بعض جاز وفاتته الفضیلة (کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرة ۳۱۱)

دسویں ذی الحجہ کو جو کام کئے جاتے ہیں وہ چار ہیں: جمرہ عقبہ کی رمی، پھر ذبح، پھر حلق اور پھر مکہ جا کر طواف افاضہ کرنا یہ اسی ترتیب کے ساتھ ادا کرنا مستحب ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا چنانچہ بعض کو بعض پر مقدم کیا تو ایسا کرنا اگرچہ جائز ہے، لیکن اس شخص کو فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔

اور شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ نے لکھا ہے۔ وذهب الشافعی وجمهور السلف وفقهاء اهل الحدیث إلی الجواز وعدم وجوب الدم (اوجز المسالک ۸/ ۵۶) امام شافعیؒ اور جمہور سلف اور فقہاء اہل حدیث کے ہاں ان امور میں تقدیم و تاخیر جائز ہے اور کرنے کی صورت میں لازم نہیں۔

امام احمدؒ سے دوسری روایت: البتہ امام احمدؒ کی دوسری روایت میں ہے اگر بھولے سے یا عدم علم کی صورت میں کوئی شخص اس ترتیب کو ساقط کرے تو کوئی دم نہیں لیکن اگر قصداً و عمداً ایسا کرے تو پھر دم لازم ہے۔

وقال صاحب المغنی قال الاثرم عن أحمد ان كان ناسیاً اوجاهلاً فلاشئی علیه وان كان عالماً فعلیه دم لقوله فی الحدیث لم أشعر (اوجز المسالک ۸/۵۶۴)

امام اثرمؒ امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کرتے ہیں اگر کسی نے ان امور میں ترتیب کو انجانی یا بھولے سے ترک کیا ہو تو اس پر کچھ نہیں اور اگر جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو اس پر دم لازم ہے۔ اسلئے کہ حدیث پاک میں لم أشعر کا لفظ آیا ہے۔

مالکیہ کا مسلک: علامہ عبدالرحمٰن الجزائریؒ مالکیہ کا مذہب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: واما مندوباته منها رمی جمرة العقبة حین وصوله إلی منی وبعد طلوع الشمس وفعل الذبح والحلق قبل الزوال یوم العید و تاخیر الحلق عن الذبح (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة (۱/ ۶۷) مستحبات حج میں سے ہے کہ منیٰ پہنچتے ہی طلوع شمس کے بعد جمرہ عقبیٰ کی رمی کرے اور عید کے دن زوال سے پہلے پہلے حلق اور قربانی کرے البتہ حلق کو قربانی سے مؤخر کرے گا۔ اور یہی مالکیہ کے ہاں راجح ہے۔

والراجح أن الترتیب بین اعمال یوم النخر سنة (الدین الخالص ۹/ ۱۷۷)

اور راجح یہی ہے کہ (مالکیہ کے ہاں) یوم النحر کے اعمال کے درمیان ترتیب سنت ہے۔

ابن حزم کا مسلک: اہل ظواہر میں سے امام ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ رمی، حلق، ذبح، طواف اور سعی میں جس کو

چاہیں آپ مقدم کردیں اور جس کو چاہیں مؤخر کردیں اس میں کوئی حرج نہیں' وجائز فی رمی الجمرة والحلق والنحر والذبح وطواف الافاضة والطواف بالبیت والسعی بین الصفاء والمروة أن تقدم أیھا شئت لاحرج فی شئی من ذلک (المحلی ۱۹۱/۵)

امام شاہ ولی اللہ کی رائے و ترجیح: امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی اسی کو راجح سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: وافتی فیمن احلق قبل أن یذبح أونحر قبل أن یرمی أو رمی بعد ما رمی أو أفاض قبل احلق أنه لاحرج ولم یأمربکفارة والسکوت عندا الحاجة بیان ولیست شعری ھل فی بیان الاستحباب صیغة أصرح من لاحرج (حجة الله البالغة ۶۵/۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فتویٰ دیا اس شخص کے حق میں جس نے قربانی سے پہلے سر منڈالیا......اور کاش مجھے معلوم ہوتا کہ استحباب کے بیان میں لاحرج سے بھی زیادہ واضح کوئی لفظ ہے؟

احناف میں صاحبین کا مذہب: اور علماء احناف میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی اس ترتیب کو سنت کہتے ہیں' قال العلامة عبدالحیؒ اعلم ان المسنون یوم النحر اربعة أمور الرمی ثم الذبح ثم الحلق ثم الافاضة ھذا الترتیب ھو المسنون عند کافة العلماء وقدوردت الروایات بھذا الترتیب من فعله ﷺ والترتیب بین ھذا الاربعة سنة عندالشافعی واحمد وصاحبی ابی حنیفة فمن قدم شیئا من ھذا اواخر فلادم علیه عندھم لکون الترتیب غیرواجب (حاشیة موطا امام محمد ۴/۵)

جان لو کہ بیشک یوم نحر میں چار امور مسنون ہیں۔ رمی پھر ذبح' پھر حلق' اور پھر طواف افاضہ اور یہ ترتیب تمام علماء کے ہاں مسنون ہے اور یہ ترتیب نبی کریم ﷺ سے فعلاً ثابت ہے اس لئے یہ ترتیب امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے دونوں شاگرد (امام یوسفؒ اور امام محمدؒ) کے ہاں سنت ہے لہٰذا جو شخص ان امور میں تقدیم یا تاخیر کرے تو ان ائمہ کے ہاں اس شخص پر دم (قربانی) لازم نہیں اس لئے کہ ان امور میں یہ ترتیب واجب نہیں۔

ابن رشد کا دعویٰ اجماع: علامہ ابن رشد قرطبیؒ نے تو اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے واجمع العلماء علی ان ھذا سنة الحج 'علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ترتیب حج کی سنت ہے۔ (بدایۃ المجتہد ۲۵۷/۱) اس لئے یہ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی سے ان امور میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اس شخص پر دم لازم نہیں۔

لما قال البدر العینیؒ اذا حلق قبل ان یذبح فقال مالک والثوری والاوزاعی والشافعیؒ واحمدؒ واسحاقؒ وابوثورؒ وداود ابن جریرؒ لاشیئی علیه وھو نص الحدیث ونقله ابن عبدالبر عن الجمھور منھم عطاء وطاؤس وسعید بن جبیر و

عکرمۃ ومجاهد والحسن وقتادة رحمهم الله (عمدۃ القاری ۵۹/۱۰)

جب آفاقی حاجی ذبح سے قبل حلق کرے (یعنی (سرمنڈوائے) تو امام مالکؒ امام سفیان ثوریؒ امام اوزاعیؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام اسحاقؒ امام ابوثورؒ امام داؤد ظاہریؒ اور امام ابن جریرؒ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر کوئی شئی (دم) لازم نہیں اور یہ حدیث میں منصوص ہے اور اس کو ابن عبدالبرؒ نے جمہور سے نقل کیا ہے جن میں سے امام عطاءؒ طاؤسؒ سعید بن جبیرؒ عکرمہؒ مجاہدؒ حسن اور قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور یہی صاحبین کا بھی مسلک ہے: علامہ سید احمد طحطاویؒ نے لکھا ہے وعندهما لايلزم بالتاخير في المناسک شئي (حاشیہ طحطاوی علی درمختار۔۱/۵۲۵)

صاحبین کے ہاں مناسک میں تاخیر کرنے پر کوئی شئی (دم) لازم نہیں ہوتا۔

اور علامہ ابن نجیمؒ نے لکھا ہے کہ عندهما لايلزم شئي بتقديم نسک علی نسک (البحرالرائق ۳/۲۶)

صاحبین کے ہاں مناسک حج میں تقدیم و تاخیر کی صورت میں کچھ لازم نہیں۔

اور علامہ عینیؒ نے لکھا ہے۔ وقال ابويوسف ومحمد لاشئي عليه واحتجا بقوله لاحرج (عمدۃ القاری ۱۰/۵۹) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس شخص پر کچھ نہیں اور ان دونوں ائمہ کا استدلال نبی کریم ﷺ کے فرمان لاحرج سے ہے۔

<u>صاحبین سے دوسری روایت اور اسکا محمل</u>: اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمدؒ سے ایک روایت اور بھی ہے جس کو علامہ ابن عابدینؒ نے علامہ صدر الشہیدؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ قال صدر الشهيد في شرح الجامع الصغير، قارن حلق قبل أن يذبح فعليه دمان وقال ابويوسف ومحمد عليه دم واحد لجنايته على احرامه (منحة الخالق حاشيه البحر الرائق ۴۳/۳) باب الجنايات)

اگر قارن نے ذبح سے پہلے حلق کیا تو اس پر دو دم ہیں اور امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ نے فرمایا ہے اس پر ایک دم واجب ہے اس لئے کہ اس نے اپنے احرام پر جنایت کی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صاحبین کے نزدیک بھی کم از کم ایک صورت میں ترتیب کے چھوڑنے پر دم لازم ہے اور وہ یہ کہ قارن ذبح سے قبل حلق کرے۔

<u>اس روایت کا جواب</u>:۔ لیکن یہ نسبت صاحبین کی طرف درست معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ امام محمدؒ نے خود اپنی رائے کی وضاحت کی ہے اور اسی طرح ذخائر فقہ میں دوسرے فقہاء احناف کے حوالہ سے ذکر ہوا ہے کہ ان کے ہاں ترتیب ساقط کرنے کی کسی بھی صورت میں دم نہیں اور علامہ سرخسیؒ نے تو بالکل واضح لکھا ہے کہ وعندهما لايلزمه الدم بالتقديم والتاخير (المبسوط ۴/۴۲ باب الطواف) کہ صاحبین کے ہاں تقدیم و تاخیر کے کسی بھی صورت میں دم لازم نہیں۔ البتہ اس روایت کا محمل یہ ہے کہ وعليه دم واحد سے مراد دم قران ہے دم جنایت نہیں ۔علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے والدم الذي يجب عندهما دم القران ليس غير لا للحلق قبل

او انـه (فتح القدیر ۲/ ۲۵۵) صاحبین کے نزدیک قارن پر جو دم واجب ہے وہ دم قِران ہے یہ دم اس وجہ سے لازم نہیں ہوا کہ اس شخص نے وقت سے پہلے سر منڈوایا ہے گویا کہ اس مسئلہ میں صاحبین سے صرف ایک روایت ہے اور وہ یہ کہ تقدیم وتاخیر کی صورت میں کوئی دم لازم نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے فقہا کا مسلک: جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور دوسرے فقہاء مثلاً علامہ ابن ماجشونؒ ابراھیم نخعیؒ وغیرہ حضرات کے ہاں یوم نحر ۱۰ ذی الحجہ کے دن ان چاروں امور میں ترتیب واجب ہے اور اگر کسی نے انمیں تقدیم وتاخیر کی تو اسپر دم (قربانی) لازم ہے کہ وقال النخفیؒ وابوحنیفةؒ وابن الماجشونؒ علیه دم وقال ابوحنیفهؒ ان کان قارنا فدمان وقال زفران کان قارناً فعلیه ثلاثه دماً (عمدہ لقاری ۱۰/ ۵۹) امام نخعیؒ ابوحنیفہؒ اور ابن ماجشونؒ نے وجوب دم کا قول کیا ہے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان امور میں تقدیم وتاخیر کرنیوالا قارن ہو تو اسپر دو دم (قربانیاں) ہیں اور امام زفرؒ نے فرمایا ہے کہ قارن پر تین دم (قربانیاں) ہیں

امام شافعیؒ سے ایک روایت: ترک ترتیب پر وجوب دم کے بارے میں امام شافعیؒ سے بھی ایک قول مروی ہے مگر امام نوویؒ اور دوسرے علماء شافعیہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ وللشافعی قول ضعیف انه اذا قدّم الحلق علی الرمی والطواف لزم دم (شرح الطیبی ۵/ ۳۱۳)

امام شافعیؒ سے ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اگر حاجی نے حلق کو رمی اور طواف پر مقدم کیا تو اس پر دم لازم ہے۔

امام ابوحنیفہ سے تین روایات: البتہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ سے تین روایات ذخیرہ فقہ میں مذکور ہیں۔ (۱) ایک روایت تو یہ ہے کہ ان چاروں امور میں ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب ہے ترتیب کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہیے اگر کسی بھی صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے تو دم لازم ہوگا کما قال العلامه سرخسیؒ من قدم نسکا علی نسک کان حلق قبل الرمی او نحر القارن قبل الرمی او حلق قبل الذبح فعلیه دم (المبسوط للسرخسی ۴/ ۴۱-۴۲ باب الطواف کتاب الحج) جس نے ایک نسک کو دوسرے پر مقدم کیا جیسا کہ اس نے رمی سے قبل حلق کیا یا قارن نے رمی سے قبل جانور ذبح کیا یا ذبح سے پہلے حلق کیا تو اس پر دم لازم ہے۔ اس روایت کو عام کتب حنفیہ نے ذکر کر کے اس کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔ قال الاسبیجابی الصحیح قول ابی حنیفة ومشی علیه برهان الشریعة وصدر الشریعة والنسفی (اللباب فی شرح الکتاب الشہیر بالمیدانی ۱/ ۱۸۶) علامہ اسبیجابیؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول صحیح ہے اور اسی کو برہان الشریعۃ صدر الشریعۃ اور امام نسفی نے اختیار کیا ہے۔

(۲) دوسری روایت: یہ روایت امام محمدؒ نے کتاب الحجة علی اهل المدنية میں ذکر کیا ہے کہ اگر لاعلمی میں کسی سے ترتیب ساقط ہو جائے تو اس پر دم نہیں لیکن اگر عمداً ترتیب ساقط کرے تو دم لازم ہوگا۔

أخبرنا محمد عن ابی حنیفةؒ فی الرجل یجھل وھو حاج فیحلق رأسه قبل أن یرمی الجمرة انه لاشئی علیه (کتاب الحجة علی اھل المدینة ۲/۳۷۱)
امام ابوحنیفہؒ نے اس آدمی کے بارے میں فرمایا جس نے لاعلمی میں رمی جمرہ سے پہلے سرمنڈوایا تو اس پر کچھ نہیں۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ عذر کی بناء پر اگر ترتیب فوت ہوجائے تو دم لازم نہیں ہوتا۔

(۳) تیسری روایت: یہ روایت امام محمدؒ نے موطا میں ذکر کیا ہے۔ لاحرج فی شئی من ذلک ولم یرفی شئی من ذلک کفارة الافی خصلة واحدة' المتمع والقارن إذا حلق قبل ان یذبح قال علیه دم (موطا امام محمد ۲۳۵' باب من قدم نسک قبل نسک)
امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان امور میں کوئی قباحت نہیں ان میں سے کسی بات پر کوئی کفارہ نہیں سوائے اس ایک امر کے کہ متمتع اور قارن قربانی سے قبل سرمنڈائے تو اس پر دم واجب ہے۔

<u>امام ابوحنیفہ کا استدلال:</u> امام ابوحنیفہؒ اور آپؒ کے ہمنوا علماء کرام اپنی رائے ترتیب میں تقدیم و تاخیر پر وجوب دم کے استدلال کیلئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتوی پیش کرتے ہیں عن ابن عباسؓ قال من قدم شیئاً من حجه او اخره فلیھرق لذلک دماً (شرح معانی الاثار ۱/۴۴۷) آپؓ نے فرمایا جو شخص اپنے حج میں سے کسی چیز کو مقدم یا مؤخر کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ خون بہائے۔

<u>صاحب ہدایۃ کی نسبت ضعیف:</u> صاحب ہدایۃ نے یہ روایت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف منسوب کی ہے' مگر علامہ بنوریؒ نے فرمایا ہے کہ ہم نے مأخذ میں اس کو نہیں پایا شاید کہیں ہو (معارف السنن ۴/۲۱۲)

<u>امام صاحب کے مستدل کا جواب:</u> مگر اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے رواہ ابن ابی شیبة باسناد حسن من طریق مجاھد عن ابن عباس فذکر وفیه ابراھیم بن مھاجر وھو ضعیف وأخرجه الطحاوی من وجه آخر احسن منه ویعارضه ماثبت فی الصحیحین من حدیث عبدالله بن عمرو بن العاص فمن قدم شیئا او أخرا فعل ولا حرج (الدرایة) کہ اس روایت کو ابن ابی شیبہؒ نے مجاھد عن ابن عباس کے طریق سے باسناد حسن روایت کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس میں ابراہیم بن مہاجر ہے۔ جو ضعیف ہے اور امام طحاویؒ نے اس کو ایک دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے جو ابن ابی شیبہؒ کی روایت سے احسن ہے لیکن اس کے معارض وہ روایتین ہیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے صحیحین میں مروی ہیں جس میں تقدیم اور تاخیر کرنیوالے سے افعل ولا حرج کہا گیا ہے۔ اور اسی طرح علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: قال القرطبی روی عن ابن عباس ولم یثبت عنه ان من قدم شیئاً علی شئی فعلیه دم (نیل الاوطار ۵/۷۹) امام قرطبیؒ نے فرمایا

کہ ابن عباسؓ سے بظاہر یہ روایت مروی ہے مگر اس حقیقت میں یہ ثابت نہیں کہ جس نے کسی امر کو دوسرے امر پر مقدم کیا، اس پر دم لازم ہے۔ اسکے علاوہ یہ عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے جو صریح روایات کے مقابل ہے۔ جبکہ اصولاً صحابی کا اجتہاد نص صریح کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

جمہور ائمہ کرام اور صاحبین کے دلائل: جیسا کہ ماقبل میں معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ صاحبین اور دوسرے ائمہ کرام کے ہاں امور اربعہ میں ترتیب کا لحاظ رکھنا سنت ہے اور ان امور میں ترک کرنے یعنی تقدیم وتاخیر کی صورت میں دم لازم نہیں۔ یہ حضرات اپنی رائے کے لئے مختلف روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل له فی الذبح والحلق والرمی والتقدیم والتاخیر فقال لاحرج رواه البخاری فی الصحیح عن موسیٰ بن اسماعیل و رواه مسلم عن محمد بن حاتم عن بهز عن وهیب (السنن الکبریٰ ۵/۱۴۲۔ کتاب الحج) بیشک رسول اللہ ﷺ سے ذبح، رمی اور تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا لاحرج۔

(۲) عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ ﷺ وأتیٰ رجل یوم النحر وهو واقف عند الجمرة فقال یا رسول اللہ ﷺ انی حلقت قبل ان ارمی قال ارم ولا حرج واتاه آخر فقال انی ذبحت قبل ان ارمی قال ارم ولا حرج واتاه اخر فقال افضت إلی البیت قبل ان ارمی قال ارم ولا حرج قال فما رأیته سئل یومئذ عن شئی الاقال افعل ولا حرج اخرجه مسلم فی الصحیح هکذا فی حدیث عبداللہ بن مبارک (السنن الکبریٰ للبیهقی ۵/۱۴۲۔ کتاب الحج)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا اور آپ یوم النحر کے دن جمرۃ عقبہ کے پاس کھڑے تھے تو ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے رمی سے قبل حلق کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ارم ولاحرج۔ ایک دوسرا آیا اس نے کہا کہ میں نے رمی سے قبل ذبح کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ارم ولاحرج۔ اور پھر ایک تیسرا آیا اور کہا کہ میں نے رمی سے قبل طواف کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ارم ولاحرج۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا مگر آپ ﷺ فرماتے افعل ولاحرج اس روایت کو امام مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے امام محمدؒ نے لکھا ہے قال محمد بالحدیث الذی رویٰ عن النبی ﷺ ناخذ انه قال لا حرج۔ فی شئی من ذلک ...... واما

نحن فلا نری علیه شیئاً (موطا امام محمد ص۲۳۵)

یہ حدیث جو رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ہم اس کو پکڑتے ہیں اس لئے آپ ﷺ نے کسی بھی صورت میں کچھ لازم نہیں کیا۔ اسلئے ہم بھی عدم ترتیب پر کچھ لازم نہیں کرتے۔اس روایت کے بارے میں امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث عبد الله بن عمرو حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند اکثر اهل العلم وهو قول احمد واسحاق (جامع ترمذی علی صدر تحفۃ الاحوذی ۳/۶۶۳ کتاب المناسک)عبداللہ بن عمروؓ کی روایت حدیث حسن صحیح ہے اور اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے اور یہ قول امام احمد اور اسحاق کا ہے۔

(۳) عن عكرمة عن ابن عباس قال سأل رجل رسول الله ﷺ فقال انی حلقت قبل ان اذبح فقال لاحرج فقال آخر انی رمیت بعد ما امسیت قال لاحرج ما علمته سئل عن رسول الله ﷺ عن شئی یومیئذ الاقال لاحرج ولم یأمر شئی من الکفارة هذا اسناد صحیح (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۱۴۳۔کتاب الحج)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ بیشک میں نے ذبح سے قبل حلق کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا لاحرج ایک دوسرے شخص نے کہا کہ بے شک میں نے شام کرنے کے بعد رمی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا لاحرج مجھے معلوم نہیں کہ اس دن آپ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا ہو مگر آپ ﷺ نے فرمایا لاحرج۔اور آپ ﷺ نے (کسی بھی سائل کو) کفارة کا حکم نہیں دیا۔

(۴) عن جابرؓ ان رسول الله ﷺ رمی ثم جلس للناس فجاء رجل فقال یارسول الله ﷺ انی حلقت قبل ان انحر قال لاحرج ثم جاء آخر فقال حلقت قبل ان ارمی قال لاحرج فما سئل عن شئی الاقال لاحرج۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۱۴۳)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمی (جمرہ عقبہ) کے بعد لوگوں کے لئے بیٹھ گئے تو ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بے شک میں نے قربانی سے قبل سر منڈایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ پھر ایک دوسرا آیا تو اس نے کہا کہ میں نے رمی سے قبل حلق کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ آپ ﷺ سے کسی بھی مسئلہ کے بارے میں نہیں پوچھا گیا مگر آپ ﷺ نے فرماتے رہے لاحرج۔

(۵) عن سلمة بن شریک قال خرجت مع النبی ﷺ حاجا فکان الناس یاتونه فمن قال یارسول الله سعیت قبل ان اطوف او قدمت شیئا او أخرت شیئا فکان یقول لاحرج لاحرج۔(۳۴۴/۵ کتاب المناسک باب فی من قدمام شیئا قبل شئی فی حجه) مصنف ابن ابی شیبة ۴۵۴/۳)

حضرت سلمہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ حج کیلئے نکلا۔تو لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے تو بعض نے کہا کہ میں نے طواف سے قبل سعی کی یا میں نے کسی امر کو مقدم کیا یا مؤخر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لا حرج۔کوئی حرج نہیں۔……اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے علامہ منذریؒ نے لکھا ہے: قال بظاهر الحديث مجاهد وطاؤس والشافعي وفقهاء اهل الحديث في جماعة من السلف وانه لاشئي عليه في الجميع قدّم منها ماقدّم او أخّر منها اخّر (۳۴۴/۵ کتاب المناسک باب فی من قدم شیئا قبل شئی فی حجۃ) اس ظاہر حدیث پر امام مجاہدؒ طاؤس' امام شافعی اور فقہاء اہل حدیث اور اسلاف کی ایک جماعت نے قول کیا ہے کہ ان تمام مقدم ومؤخر امور میں کچھ واجب نہیں

(۶) عن قيس بن سعد أن النبي ﷺ سئل عن التقديم والتاخير في الحج فقال لاحرج (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۴۵۴) قیس بن سعدؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ سے حج میں تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

(۷) عن عطاء قال قال رسول الله ﷺ من قدّم من حجة شيئاً مكان شئي فلا حرج (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۴۵۴) حضرت عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے حج میں کسی امر کو دوسرے پر مقدم کیا تو اس پر کوئی حرج نہیں۔

(۸) عن علي عن النبي ﷺ أن رجلا أتاه فقال افضت قبل ان أحلق قال فاحلق اوقصر ولا حرج (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۴۵۴) حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا کہ میں نے حلق سے پہلے طواف افاضۃ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا حلق یا قصر کرو کوئی حرج نہیں۔

(۹) عن مقاتل انهم سئالوا انس بن مالك عن قوم حلقوا من قبل ان يذبحوا قال اخطأتم السنة ولا شئي عليكم (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۴۳/۵۔کتاب الحج)

حضرت انسؓ سے لوگوں نے اس قوم لوگوں کے بارے میں سوال کیا جنہوں نے قربانی سے قبل حلق کیا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے سنت کو چھوڑ دیا ہے مگر تم پر کچھ نہیں۔

(۱۰) عن جابر بن زيد في رجل حلق قبل أن ينحر قال عليه الفدية قال فسألت مجاهداً وطاوساً فقالا ليس عليه شئي (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳/۴۵۳) حضرت جابر بن زید نے اس آدمی کے بارے میں کہا کہ اس پر فدیہ ہے جس نے نحر سے پہلے سر منڈایا تو راوی کہتا ہے میں نے حضرت مجاہد اور طاؤس سے اس بارے میں سوال کیا تو ان دونوں نے کہا کہ اس شخص پر کچھ نہیں۔ان جملہ راویات سے وضاحت سے معلوم ہوا کہ یوم نحر دس ذی الحجہ کے دن ان چار امور میں تقدیم وتاخیر کرنیکی صورت میں دم واجب نہیں ہوتا۔ (جاری ہے)

جناب سید جمشید احمد ندوی

روسی مسلمان ۔ اندیشے اور امیدیں

آج مسلمانوں کو نت نئے مشکلات کا سامنا ہے منجملہ ان مشکلات کے ایک یہ ہے کہ بہت سی مسجدیں جو دشمنوں کے ناپاک قبضہ میں ہیں اب تک بازیاب نہیں ہوسکیں جب کہ روس میں کمیونسٹ انقلاب سے پہلے روس کے مختلف صوبوں وشہروں میں ۱۴۰۰۰ (چودہ ہزار) سے زائد مسجدیں تھیں' افسوس صد افسوس کہ گھٹتے گھٹتے ان کی تعداد صرف ۸۰ (اسی) رہ گئی ہے۔

دوسری بڑی مشکل جس سے مسلمان روس میں دوچار ہیں' یہ ہے کہ ائمہ ودعاۃ کی ایسی کوئی جماعت نہیں ہے جو بازیافت مساجد میں دعوت وامامت کا فریضہ انجام دے سکیں' اور ایسے اساتذہ واتالیق کا فقدان ہے جو نئی نسل کو اسلام کی تعلیم دے سکے اور اسلام کے پیغام کو عام کر سکے' اس کا سلبی نتیجہ یہ سامنے آرہا ہے کہ بہت سی مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو رہی ہے۔

از سر نو پھر مساجد کی تعمیر کی پوری کوشش ہو رہی ہے اور آج روس میں مساجد کی تعداد ۴۰۰۰ (چار ہزار) کو پہونچ چکی ہے' لیکن اگر روسی مسلمانوں کی تعداد سے موازنہ کیا جائے تو یہ تناسب بہت کم ہے۔ اس لئے کہ تاتارستان میں ۴ ملین مسلمان ہیں۔ لیکن وہاں چھوٹی بڑی تمام مسجدیں ملا کر صرف ۱۵۰۰ (پندرہ سو) مسجدیں ہیں' جب کہ وہاں کے مسلمانوں کو اس کے ڈبل یعنی (۸۰۰۰) مساجد کی ضرورت ہے۔

سب سے خطرناک مشکل جس سے روس میں مسلمانوں کو سامنا ہے یہ ہے کہ ''بشکریا'' میں چار اسلامی مدارس ہیں جن میں سے ایک بھی مسلمانوں کی نگرانی میں نہیں ہے بلکہ حکومت کے کنٹرول میں ہے حکومت جسے چاہتی ہے اس میں دست برد کرتی ہے۔

''تومسک'' میں ''الابیض'' نامی ایک بہت پرانی مسجد ہے جو پورے ''سائبریا'' میں نادر و یکتا ہے' اس میں کمیونسٹوں نے مئے خانہ بنا دیا ہے اور تاحال اس میں یہ مئے خانہ باقی ہے'

تاہم روسی قانون کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مذاہب یکساں ہیں' مگر بہت سے دلائل ہیں جن سے یہ بات کھل کر سامنے آرہی ہے کہ کلیسا کو مکمل آزادی ہے جبکہ مسلمانوں کے کئی ایک مدرسے اور مساجد جن پر ناجائز قبضہ کیا گیا اب

تک واپس نہیں کیئے گئے۔

کلیسا کے عبادت خانے اور اوقاف کی تمام جائیدادیں واپس کردی گئیں' جب کہ شکیرستان کے اوفا شہر میں ایک مسجد کے مقابل میں چودہ کلیسے ہیں اور شہر کی دیگر مساجد اور چار مدارس کو حکومت نے اب تک واپس نہیں کیا' اس سوتیلے پن کے معاملے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ روس میں دیگر پیروان مذاہب کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے اور جو مراعاتیں دی جاتی ہیں وہ مراعاتیں مسلمانوں کو نہیں دی جاتی ہیں۔

مجلہ ''سپیجل'' کی ایک تحقیق کے مطابق جرمنی میں جولائی ۲۰۰۴ء تا جون ۲۰۰۵' تقریباً ۴۰۰۰ (چار ہزار) لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

نیز قبول اسلام کے مختلف اسباب ومحرکات ہیں' سب سے بڑا محرک جرمنی خواتین کی شادی مسلم مردوں سے ہونا ہے۔

جرمنی کے وزیر داخلہ ''فولفجانج شوبیلہ'' نے ابھی حال ہی میں بیان دیا کہ اسلام ہمارے ملک کا ایک جزء بن چکا ہے' ۳/ملین سے زائد مسلمان جرمنی میں پائے جاتے ہیں۔اور حکومت پر یہ ضروری ہے کہ اس فکر کو عام کرے کہ مساجد اور کلیسے اور دیگر عبادت خانے ملک وملت کیلئے چیلنج اور خطرہ نہیں ہیں' بلکہ ملک کی تعمیر وترقی کی ایک قسم اور ایک ذریعہ ہے۔

فرانس میں مقیم مسلمانوں کے بارے میں ایک تحقیق پیش کی گئی کہ فرانسیسی معاشرہ میں مسلمانوں کے گھل مل جانا یورپ میں ایک استثنائی حالت ہے' فرانس میں ۷۲ فیصد مسلمان ہیں لیکن اسلام اور مغرب کے درمیان کوئی تصادم' کوئی ٹکراؤ نہیں' اور وہاں ۹۱ فیصد مسلمان مسیحیت کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہیں اور ۷۱ فیصد یہودیت کے بارے میں' جبکہ برطانیہ میں صرف ۳۲ فیصد مسلمان یہودیت کے بارے میں مثبت رائے رکھتے ہیں اور ۲۸ فیصد اسپین میں اور ۳۸ فیصد جرمنی میں' اسی ریسرچ کی بنیاد پر مطالبہ کیا جارہا ہے کہ اگر ملک میں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہے تو اس سے ملک کی سالمیت کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔

ایک تحقیق کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد تقریب ۵/ملین ہے۔ایک دوسری تحقیق کے مطابق ۴/ملین ہے' بعض دوسری تحقیق کے مطابق فرانس میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰/ملین ہے' کچھ تو وہاں کے اصل متوطن ہیں' اور کچھ مختلف ممالک' مغرب' ترکی' افغانستان' سینگال' مالی سے ہجرت کرکے آنے والے لوگ ہیں۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کی زوجہ کی رحلت: دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہؒ صاحب کی زوجہ گزشتہ دنوں حرکت القلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ انتہائی عابدہ، زاہدہ، اطاعت شعار اور دینی مزاج کی حامل خاتون تھیں۔ آپ اس گئے گزرے دور میں وفاداری کی ایک بڑی مثال تھیں۔ عمر بھر حضرت مولانا مدظلہ کی بھرپور مصروفیات سے پُر زندگی میں آپ نے انکا بھرپور ساتھ دیا۔ دن رات مہمانوں کی مہمان نوازی میں آپ مصروف رہتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچیوں کو قرآن وغیرہ سکھانا بھی آپ کے ذمے تھا۔ آپ نے تمام ذمہ داریاں بڑے احسن طور پر سرانجام دیں اور اپنے نیک اور صالح اولاد کی ہر قسم کی بھرپور اخلاقی تربیت بھی کی۔ مرحومہ کا جنازہ اسی دن دس بجے اکوڑہ خٹک میں ادا کیا گیا۔ جس میں ہزاروں علماء وطلباء، ممبران قومی اسمبلی اور جامعہ حقانیہ کے فضلاء اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مرحومہ نے اپنے سوگوران میں دو صاحبزادگان مولانا سید امجد علی شاہ المدنی اور مولانا سید ارشد علی شاہ حقانی جبکہ چار صاحبزادیاں چھوڑیں۔ بعد میں بھی کئی روز تک تعزیت کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور ملک بھر سے علماء کرام کی ایک بڑی تعداد نے حضرت مولانا مدظلہ کی رہائش گاہ پر آکران سے تعزیت کی۔ دارالعلوم حقانیہ اپنے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ اور ان کے صاحبزادگان اور پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور مرحومہ کے رفع درجات کے لئے قارئین سے بھی دعاؤں کی اپیل کرتا ہے۔

متحدہ عرب امارت کی نامور شخصیت شیخ احمد خلیفہ سویدی کی دارالعلوم تشریف آوری: ۲۶/ اپریل کو متحدہ عرب امارت کی معروف سماجی وسیاسی شخصیت سابق وزیر خارجہ شیخ احمد خلیفہ سویدی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، انکی پاکستان آمد خصوصی طور پر مولانا شیر علی شاہ صاحب کے تعزیت کیلئے تھی۔ آپ نے جامعہ کے مختلف شعبے دیکھے اور کئی شعبوں کی اعلیٰ کارکردگی دیکھ کر آپ نے اپنے تحسینی کلمات سے جامعہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور خصوصاً شعبہ حفظ کے بچوں کی تلاوت اور تجوید سے نہایت خوش ہوئے اور کافی دیر تک بچوں کی معصوم تلاوتوں میں منہمک رہے۔ بعد میں آپ نے ایوان شریعت ہال میں جامعہ کے طلباء سے مختصر مگر جامع خطاب فرمایا۔ اس سے پہلے حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے آپ کی آمد کے حوالہ سے خیر مقدمی خطاب فرمائے۔ بعد میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر ایک بڑی دعوت کا اہتمام بھی کیا گیا جس

میں مختلف علماء ' اساتذہ' اور کئی اہم شخصیات نے بھی شرکت کی۔ شام کو آپ حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحب کی رہائش گاہ پر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور وہیں پر قیام کیا۔ اور دوسرے دن آپ نے نماز جمعہ بھی پڑھائی۔

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ کی آمد گزشتہ دنوں یادگار اسلاف اور ملک کے ممتاز عالم دین' دانشور' محقق حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ مہتمم نجم المدارس کلاچی' دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے' حضرت مدظلہ دارالعلوم کے مشفق سرپرستوں میں سے ہیں۔ آپ نے بانی دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور کچھ دیر حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا۔ آپ کے ہمراہ جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اور مولانا قاضی محمد نسیم بھی تشریف لائے تھے۔

دارالعلوم کے وسطانی امتحانات وتعطیلات: ۹/اپریل تا ۱۲/اپریل کو دارالعلوم کے وسطانی امتحانات کا انعقاد ہوا۔ جس میں تمام درجات کے طلباء نے شرکت کی۔ امتحانات کا نظام انتہائی سخت گیر اور صاف و شفاف ماحول میں ہوا۔ اساتذہ نے بھرپور نگرانی کی۔ پھر ۱۳ تا ۲۱ اپریل کو مدرسے کی تعطیلات ہوئیں اور اب الحمدللہ مدرسہ دوبارہ کھل گیا ہے اور اسباق کا سلسلہ انہماک کیساتھ جاری وساری ہے۔

مختلف دانشوروز عماء حضرات کی دارالعلوم آمد: برطانیہ کی معروف آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹر مسعودہ بانو صاحبہ ۴/اپریل ۲۰۰۷ء مدارس کے بارے میں اپنی ایک زیر تکمیل تحقیقی کتاب کے سلسلے میں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائیں۔ اسکے علاوہ ۴/اپریل کو ہی PTV کی ایک ٹیم کے ڈائریکٹر فار کرنٹ آفیئر جناب رضا رحیم کی قیادت میں پروگرام "مدارس اسلامیہ میں عصری علوم کی تعلیم" کے سلسلے میں دارالعلوم آئی۔ مہتمم صاحب کی عدم موجودگی میں نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ اور مولانا عرفان الحق نے مدرس جامعہ ہذا کے اس سلسلے میں انٹرویوز کئے۔ بعد میں دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ و جائزہ بھی لیا۔ اس کے علاوہ بلوچستان کے وزیر بلدیات مولانا حافظ حسین احمد شرودی' مہتمم جامعہ رشیدیہ کوئٹہ' جامعہ حقانیہ تشریف لائے۔ آپ نے کچھ دیر دارالعلوم میں قیام کیا اور اساتذہ کرام سے ملاقاتیں کیں۔

نیپا (NIPA) کے اعلیٰ افسران پر مشتمل وفد کی دارالعلوم آمد: ۱۸/اپریل ۲۰۰۷ء کو نیپا کے افسران کا اعلیٰ سطحی مطالعاتی پچاس رکنی وفد دارالعلوم تشریف لایا۔ وفد کے شرکاء نے دارالعلوم کے تمام اہم شعبوں' درسگاہوں اور دفاتر وغیرہ کا تفصیلی معائنہ کیا۔ علماء کرام اور طلباء سے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کیا۔ وفد نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا اور دارالعلوم کے مثالی نظم و نسق اور مربوط تعلیمی نظام کی تحسین کی۔ وفد کے ارکان کو دارالعلوم کے استاد مولانا سید یوسف شاہ نے تفصیلی دارالعلوم کے بارے میں بریف کیا۔ اور مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔ آپ کی معاونت ایڈیٹر ماہنامہ "الحق" مولانا راشد الحق نے کی۔

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

ماہنامہ القاسم جامعہ ابو ہریرۃ نوشہرہ۔اشاعت خاص نمبر ۱۱ تعارف وتبصرہ کتب یعنی حقانی تبصرہ۔

رشحات قلم: مولانا عبدالقیوم حقانی ضخامت: ۳۱۵ صفحات۔ قیمت: درج نہیں۔

ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرۃ خالق آباد نوشہرہ

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی زید مجدہ کو دوران تدریس دارالعلوم حقانیہ ماہنامہ الحق کی ادارت کی اضافی ذمہ داری بھی تفویض کی گئی تھی۔اداریہ نویسی کے ساتھ ساتھ الحق میں تبصرہ کے واسطے ارسال کردہ کتابوں پر آپ نقد اور تبصرہ بھی لکھا کرتے تھے۔آپکے تبصرے انتہائی جاندار اور مختصر ہونے کیساتھ جامع ہوتے اور الحق کے قارئین ان تبصروں تجزیوں اور معلومات آفرین اصلاحی تنقیدات سے حظ وافر اٹھاتے۔اسی ہر دلعزیزی کی وجہ سے ہر منصف اور مؤلف کی یہ خواہش اور کوشش ہوتی کہ آپ کے قلم سے اس کی کتاب یا تصنیف پر تبصرہ آجائے۔اس کے بعد جب آپ نے اپنے جامعہ سے ماہنامہ ''القاسم'' کا اجراء کیا تو آپ نے اسی تسلسل کو برقرار رکھا۔چنانچہ اب تک بلا مبالغہ سینکڑوں کتابوں پر آپ کے قلم سے مختلف تبصرے آئے ہیں۔اگر ان تمام مواد کو اکٹھا کیا جائے تو مولانا ماہر القادریؒ کے تبصروں ''میری نظر میں'' کی طرح ایک ضخیم کتاب بن جائے۔

زیر تبصرہ اشاعت خاص تعارف وتبصرہ کتب نمبر یعنی حقانی تبصرے اسی طرح کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس فن میں تنوع پیدا کرنے کیلئے آپ نے یہ انوکھا انداز اور نیا طریقہ نکالا کہ بجائے ہر ماہ کے مجلہ القاسم میں تبصرہ کے ہر بارھواں پرچہ تبصرہ کتب کیلئے مختص کردیا اور یہ اشاعت خاص اسی سلسلہ کا نقش اول ہے۔کتاب کے اندرونی ٹائٹل پر آپ نے بجا تحریر فرمایا ہے کہ اپنی نوعیت کی پہلی عظیم علمی دستاویز' رسائل وجرائد اور اسلامی صحافت کی دنیا میں پہلی [illegible] کاوش اسکے ساتھ ساتھ آپ نے یوں تعارف کیا ہے۔فروغ علم وادب ذوق مطال[illegible] ترویج [illegible] ساب کی ایک ادنیٰ سی کوشش قرآنیات تفسیر وحدیث فقہ واحکام حکیم ومصالح سیرت' خاندانِ نبوت' تذکار صحابہ' تذکرہ وتاریخ' سوانح درسی کتب' تعلیقات وشروحات مضامین ومقالات ومکتوبات مواعظ وخطبات رسائل وجرائد خصوصی اشاعتیں ادبیات اور ردِ فرق باطلہ اور دیگر اہم موضوعات پر ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والی ۲۰۰ کتابوں پر تبصرہ وتعارف تیرہ ابواب پر مشتمل

نقشِ اول میں عرض مرتب کے عنوان سے حقانی صاحب نے ذوق مطالعہ کتب بینی اور تحقیق وصحافت پر انتہائی پرمغز مقالہ تحریر کیا ہے۔ ہر قاری کیلئے یہ ضروری ہے کہ اصل مقصد شروع کرنے سے پہلے اس کا مطالعہ ضرور کرے۔ انشاء اللہ اس سے دل ودماغ کو بالیدگی اور ذوق ووجدان کو طراوت اور تازگی ملے گی۔ جو حضرات حقانی صاحب کے اندازِ تحریر سے واقف ہیں اور آپ کی تبصرہ نگاری کے اسلوب سے آشنا ہیں وہ یقیناً اس خصوصی اشاعت میں تبصرہ نگاری کی نئی آہنگ سے نیا لطف اٹھائیں گے اور اس نظم مرصّع اور نثر مسجع کو ضرور بالضرور داد وتحسین سے نوازیں گے۔

مقدمۃ القرآن: افادات شیخ القرآن حضرت مولانا نورالہادی صاحب شاہ منصوری مدظلہ

مرتب: مولوی فضل امین خان ضخامت: ۱۳۶ صفحات ۔ قیمت درج نہیں

ناشر: شعبہ تصنیف وتالیف دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصور (صوابی)

العارف باللہ شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصوریؒ کا شمار ان کبار امت میں ہوتا ہے جنہوں نے نصف صدی سے زائد عرصے تک قرآنی علوم ومعارف کی ترویج کا سلسلہ حسبۃ للہ جاری وساری رکھا۔ اور آج آپ کے ہزاروں تلامذہ مختلف اطراف واکناف میں آپ کے مشن کو آگے بڑھا کر خدمت دینِ متین میں مصروف ہیں۔ آپ کے سانحہ ارتحال کے بعد آپ کے فرزند ارجمند استاذ العلماء حضرت مولانا نورالہادی نے اسی علوم قرآنیہ اور معارف تفسیریہ کی تعلیم وتدریس کا تسلسل اپنے والد محترم قدس سرہ کے نہج پر حسبۃ للہ قائم دائم رکھا۔

زیر تبصرہ کتاب میں حضرت شیخ کے فرزند کے افادات اور اسی طرح حضرت الشیخ کی علمی خدمات اور علوم ومعارف پر آپ کے تلمیذ رشید مولانا افضل امین خان صاحب نے روشنی ڈالی ہے' اسمیں سورہ فاتحہ کی تفسیر اور اصول تفسیر کے متعلق بعض بنیادی مباحث ذکر ہیں۔ کتاب کی ثقاہت کیلئے حضرت الاستاذ ڈاکٹر مولانا سید شیر علی شاہ صاحب' شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی یہ مؤقر تقریظ کافی ہے۔ ''مخدوم العلماء شیخ القرآن حضرت مولانا نورالہادی صاحب دامت برکاتہم اپنے نابغہ روزگار والد بزرگوار' قدوۃ السالکین شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی صاحب نوراللہ کے نہج پر مدت دراز سے ہر سال ہزاروں تشنگان تفسیر کو قرآن پاک کے علوم ومعارف اسرار ورموز' اہداف واغراض ربط آیات و سور اور دیگر جملہ تفسیری امور وحقائق سے روشناس فرما رہے ہیں۔

محترم شیخ القرآن کے تلمیذ رشید مولوی فضل امین خان موجب صد تشکر وسپاس ہیں کہ انہوں نے اپنے موقر ومحبوب شیخ کا درس تفسیر سلیس اردو میں افادۂ عام کی خاطر زیور طبع سے آراستہ کیا۔

ارباب فتاویٰ اور اہل علم کے لیے ایک عظیم علمی پیشکش

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کی زیر نگرانی

الحمدللہ...... فتاویٰ محمودیہ مکمل

20 ضخیم جلدوں میں منظرعام پر

نقیہ الامت، مفتی اعظم ہند

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ

کے ہزاروں فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ محمودیہ

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا

سلیم اللہ خان صاحب زید مجدھم

رئیس جامعہ فاروقیہ کراچی

تبویب: مختلف جلدوں میں پھیلے ہوئے متفرق مسائل کو متعلقہ عنوانات کے تحت الگ الگ ابواب میں اکٹھا کردیا گیا ہے۔

تخریج: ہر مسئلہ (پہلے سے باحوالہ ہو یا بغیر حوالہ) کی امہات کتب سے تخریج کی گئی ہے اور جو حوالے پہلے سے درج ہیں ان کی تخریج جدید مطبوعہ متداول نسخوں سے کی گئی ہے۔

تحقیق و تعلیق: اگر کہیں سوال و جواب میں موجود مخصوص صورتحال یا کسی اور سبب کی بناء پر ابہام یا اجمال ہے یا غیر مفتیٰ بہ قول پر فتویٰ دیا گیا ہے تو ان کی نشاندہی بھی حاشیہ میں کردی گئی ہے اور کتب معتبرہ و متداولہ کی روشنی میں مسئلہ کی تحقیق کر کے اس پر تعلیق تحریر کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف فیہ مسائل میں ارباب فقہ وفتاویٰ کی آراء کو ذکر کر کے راجح قول کی تعیین بھی کی گئی ہے۔

دیگر خصوصیات

- تدوین فقہ وفتویٰ سے متعلق تفصیلی مقدمہ
- حضرت مفتی محمود حسن صاحب نوراللہ مرقدہ اور ان کے فتاویٰ کی تصدیق وتصویب کرنے والے مفتیان کرام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب، حضرت مولانا مہدی حسن صاحب، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب کے تفصیلی حالات زندگی۔
- مجمل عنوانات کی وضاحت اور تسہیل
- ہندی، فارسی اور اردو کے مشکل الفاظ کے معانی
- اٹھارویں، انیسویں، بیسویں اور بقیہ تمام جلدوں کے ساتھ (جو ابھی پاکستان میں دستیاب نہیں ہیں)
- کمپیوٹر کی معیاری کتابت اور سفید معیاری کاغذ
- لیمینیشن، مضبوط جلد، اضافی پلاسٹک کور کے ساتھ
- امپورٹڈ، مضبوط، لیمینیشن کے ساتھ خوب صورت کارٹن میں

فوری رابطہ کے لیے:

ادارہ الفاروق کراچی

جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4، کراچی، پاکستان پوسٹ کوڈ نمبر 75230

TEL:+92-21-4599167 - 4599168 FAX: 4571525 Email: info@farooqia.com

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!

جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے

مسواک

ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک
جو ہے مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے
دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں

مسواک Advantage یعنی ہر دم، ہر پل

ہمدرد

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبرشمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔(مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات وعبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت وشہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	ـ
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث ومفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل وشرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰